خلفائے راشدینؓ کی شرعی تبدیلیاں

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی

انکارِ حدیث کا فتنہ بڑا پہلو دار ہے اور اسی لحاظ سے منکرین حدیث کی بھی کئی اقسام بن گئی ہیں ایک تو وہ ہیں جو حدیث کو حجّت سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت۔ ان کے نزدیک تمام تر ذخیرہ احادیث دفترِ بے معنی ہے۔ وہ اپنا کام صرف قرآن سے چلانا چاہتے ہیں اور قدم قدم پر ٹھوکریں کھانے کے باوجود اپنی ہٹ سے باز نہیں آتے۔ یہ اہل قرآن کہلاتے ہیں جن کے لیڈر مولوی عبداللہ چکڑالوی تھے۔ یہ فرقہ مسلسل ناکامیوں کے بعد اب قریبًا قریبًا اپنا وجود ختم کر چکا ہے۔

دوسرا گروہ اس ذخیرہ احادیث کو صرف تاریخ کی حد تک مفید سمجھتا ہے۔ جس میں سے وہ اپنی پسند کے مطابق احادیث سے اپنی تحریروں اور دفتروں کو سجاتے ہیں اور ایک کثیر حصّہ کو اپنے خود ساختہ معیار کے مطابق رد کر دیتے ہیں۔ اس گروہ کی نمائندگی اس دور میں ادارہ طلوعِ اسلام کر رہا ہے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی حدیث درست بھی ہو تو بھی وہ دورِ نبوی کے لیے حجّت تھی۔ بعد کے ادوار کے لیے اور اسی طرح آج بھی وہ ہمارے لیے حجّت نہیں ہے۔

تیسرا گروہ وہ ہے جو کسی حدیث کے درست ثابت ہو جانے کے بعد یا بالفاظ دیگر سنّتِ رسول کو حجّت شرعیہ تو ضرور سمجھتا ہے۔ مگر ان کے خیال کے مطابق اسوۂ حسنہ کا ایک قلیل حصّہ ہی ایسا ہے جو تشریعی حیثیت رکھتا ہے اور یہی حصّہ غیر متبدل ہے جیسے عبادات کو بجا لانے کے طریقے رہا معاملات پر مشتمل ایک کثیر حصّہ سنّتِ رسول، تو اس حصّہ میں زمانہ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے تحت تبدیلیوں کے جواز کے قائل ہیں۔ آج کل اس گروہ کی نمائندگی ادارۂ ثقافت اسلامیہ

کر رہا ہے ۔ یہ حضرات سُنّت تو درکنار، حالات کے تقاضوں کے مقابلہ میں قرآنی احکام کو بھی متبدل سمجھتے ہیں ۔ حدیث کو مقبول و مردود قرار دینے کے لیے بھی ان کے معیار الگ ہیں گویا جس نتیجہ پر طلوعِ اسلام پہنچا تھا ۔ یہ حضرات بھی بالآخر وہیں جا پہنچے ہیں ۔ اگرچہ ان کا راستہ جداگانہ ہے۔

مذکورہ بالا تین گروہوں کے علاوہ ایک چوتھا گروہ ایسا بھی ہے جو سنّتِ رسول کو فی الواقعہ شرعی حجّت اور شرعی قوانین کا مستقل اور الگ ماخذ تسلیم کرتا ہے ۔ تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ گروہ محدّثین کے کیے ہوئے کام پر پوری طرح مطمئن نہیں ۔ یہ حضرات درایت کو روایت سے زیادہ قابلِ اعتنا سمجھتے ہیں ۔ خبرِ واحد کی حجیت کے سلسلہ میں خاصی لچک رکھتے ہیں اور ہر خبرِ واحد کو قابلِ اتباع نہیں سمجھتے ۔ ان کے نزدیک خبرِ واحد عقیدہ کی بنیاد نہیں بن سکتی خواہ وُہ صحیح ہو ۔ ایسے لوگوں کو منکرِ حدیث یا سنّت کہنا تو بہت زیادتی ہوگی تاہم بعض پہلوؤں میں ان کی سرحدیں منکرینِ حدیث سے جا ملتی ہیں ۔

آج ہم گروہ نمبر ۲ اور نمبر ۳ کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں ۔ ان دونوں گروہوں میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ کوئی بھی صحیح حدیث یا سنتِ رسول بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے تحت غیر متبدل نہیں رہ سکتی اور اس میں حسبِ ضرورت تبدیلی کی جا سکتی ہے ۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر سنتِ رسول فی الواقعہ غیر متبدل ہوتی ہوتی تو خلفائے راشدین ان میں تبدیلیاں کیوں کرتے رہے ان خلفائے راشدین کے ایسے اقدامات میں سے حضرت عمرؓ کا نام سرِ فہرست پیش کیا جاتا ہے ۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کا نام پیش کیا جاتا ہے ۔ تو بھی بے جا نہ ہوگا ۔ اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ ادارہ طلوعِ اسلام کی نظرِ انتخاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بطور "شہکار رسالت" محض اس لیے پڑی کہ ادارۂ مذکور کے خیال کے مطابق تمام تر "شرعی ترمیمات" حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی نے فرمائی تھیں تو یہ بات بھی بے جا نہ ہوگی ۔

اس سلسلہ میں پہلے تو "اولیاتِ عمر" کا ہوّا دکھایا جاتا ہے اور یہ بتلایا جاتا ہے کہ کم و بیش نصف صد[۵] ایسے امور ہیں جو دورِ نبوی میں موجود نہیں تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی ابتدا کی تھی ۔ لیکن یہ حضرات ایسے نصف صد امور درج کرنے سے عموماً گریز کیا کرتے ہیں ۔ اس کے بجائے چند ایک ایسے امور لکھ دیتے ہیں جن کا تعلق فی الواقع امورِ شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے ۔ ان 'اولیاتِ عمر' میں چونکہ بیشتر امور محض تدبیری قسم کے ہیں لہٰذا ان کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے ۔

اس سے ایک عام قاری کا ذہن خواہ مخواہ اس طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ اگر نصف صد کے قریب سُنّت رسول ایسی ہیں جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تبدیلی کر دی تو پھر سنتِ رسول غیر متبدل کیونکر ہو سکتی ہے؟ اس مغالطہ کو دُور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان "اولیات عمر" کو پہلے تمام و کمال درج کر دیا جائے۔ تبصرہ کی باری بعد میں آئے گی۔ یہ تفصیل عام تاریخ کی کتابوں میں یکجا طور پر کم ہی ملتی ہے۔ ہم یہ تفصیل ایم اے تاریخ کی کتاب تاریخِ اسلام کے صفحہ ۱۸۳، ۱۸۴ سے پیش کر رہے ہیں۔

(۱) اُولیات عمر رضی اللہ عنہ

۱۔ بیت المال یا خزانہ قائم کیا۔
۲۔ سنہ ہجری قائم کیا۔
۳۔ عدالتیں بنائیں اور قاضی مقرر کئے۔
۴۔ امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا۔
۵۔ فوجی دفتر قائم کیا۔
۶۔ مالی دفتر ترتیب دیا۔
۷۔ رضا کاروں کی تنخواہیں مقرر کیں۔
۸۔ پیمائش کا طریقہ جاری کیا۔
۹۔ مردم شماری کرائی۔
۱۰۔ نہریں کھدوائیں۔
۱۱۔ شہر آباد کرائے۔
۱۲۔ مقبوضہ ممالک کو صوبوں میں تقسیم کیا۔
۱۳۔ عربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی۔
۱۴۔ دُرّے کا استعمال کیا۔
۱۵۔ جیل خانہ قائم کیا۔
۱۶۔ پولیس کا محکمہ قائم کیا۔
۱۷۔ پرچہ نویس مقرر کئے۔
۱۸۔ رات کو گشت کر کے رعایا کا حال معلوم کرنے کا طریقہ نکالا۔
۱۹۔ راستے اور مسافروں کے لیے کنوئیں اور سرائیں بنوائیں۔
۲۰۔ نادار عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر کئے۔
۲۱۔ فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔
۲۲۔ قیاس کا اصول وضع کیا۔
۲۳۔ مدرسے کھولے۔
۲۴۔ معلموں کی تنخواہیں مقرر کیں۔
۲۵۔ گھوڑوں کی نسل میں اصیل وغیرہ کی تمیز قائم کی۔

۲۶- راستے میں پڑے بچوں کی پرورش کے لیے روزینے مقرر کئے۔
۲۷- حضرت صدیق اکبر سے قرآن مدوّن کرایا۔
۲۸- فرائض میں عول کا مسئلہ ایجاد کیا۔
۲۹- وقف کا طریقہ ایجاد کیا۔
۳۰- مسجدوں میں وعظ کا طریقہ ایجاد کیا۔
۳۱- اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔
۳۲- مسجدوں میں روشنی کا اہتمام کیا۔
۳۳- ہجوگو کے لیے سزا مقرر کی۔
۳۴- غزلوں میں عورتوں کے نام لینے کی ممانعت کی۔
۳۵- عشر مقرر کیا۔
۳۶- دریا کی پیداوار پر محصول لگایا۔
۳۷- تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔
۳۸- فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا جملہ بڑھایا۔
۳۹- تراویح کی نماز باجماعت پڑھنے کا اہتمام کیا۔
۴۰- جنازے کی نماز میں چار تکبیروں پر اجماع کرایا۔
۴۱- ایک ہی دفعہ دی ہوئی تین طلاقوں کو بائن ٹھہرایا۔
۴۲- شراب کی حد اسی کوڑے مقرر کی۔
۴۳- بنی تغلب کے عیسائیوں پر جزیے کے بجائے زکوٰۃ مقرر کی۔

مندرجہ بالا فہرست میں نصف صد کے بجائے ۴۳ امور کا اندراج ہے۔ جن پر سرسری نظر ڈالنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں سے پہلے ۳۲ امور ایسے ہیں جن کا تعلق صرف تدبیر سے ہے۔ شریعت سے نہیں۔ لہذا ان پر بدعت یا تبدیلی سُنّت کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ دورِ نبوی یا خلفائے راشدین میں نہ ریل تھی نہ تار برقی نہ ٹیلیفون نہ ریڈیو نہ وائرلیس وغیرہ وغیرہ۔ اب اگر یہ محکمے اپنے اپنے محکمہ کے انتظام کے لیے ایسے ایسے امور طے کریں یا ایسے قوانین بنا لیں جن سے کوئی شرعی حکم مجروح نہ ہوتا ہو تو یہ وقت کا تقاضا اور ایک مستحسن کام ہوگا۔ جس پر تبدیلی سنت یا بدعت کا اطلاق نہیں ہوگا یہی صورت پہلے ۳۲ امور کی ہے۔ البتہ ۳۳ سے ۴۳ تک گیارا امور ایسے ہیں۔ جن کا بظاہر شرعی امور سے تعلق معلوم ہو رہا ہے۔

اس کے بعد اب ہم جناب جعفر شاہ صاحب پھلواروی رکن ادارہ ثقافت اسلامیہ کی

تصنیف" اسلام، دین آسان کے صفحہ ۱۴ تا ۱۶ سے ان ۱۶ "شرعی تبدیلیوں" کا ذکر کرتے ہیں۔ جن میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو بھی شامل فرمایا ہے۔

(۲) — جعفر شاہ صاحب کی پیش کردہ "شرعی تبدیلیاں"

دورِ فاروقی | شاہ صاحب نے حضرت عمرؓ کی مندرجہ ذیل "شرعی ترمیمات" کا ذکر فرمایا ہے۔

۱:۔ دورِ نبوی میں غزلوں میں عورتوں کا نام لینے یا ذکر کرنے پر کوئی پابندی نہ تھی حضرت عمرؓ نے شعراء کو آگاہ کر دیا کہ جو شخص کسی کا نام لے کر تشبیب کرے گا میں اسے کوڑوں کی سزا دوں گا۔

۲:۔ جب قریش مکہ نے اسلام، اہل اسلام نیز رسول اللہ کی شان میں بھی ہجویہ اشعار کہنے شروع کیے تو آپؐ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو جوابی ہجو کی اجازت دی لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں یہ حکم جاری کیا کہ ان اشعار کو اب زبان پر نہ لایا جائے۔ کیونکہ اس سے گذشتہ رنجشیں تازہ ہو جاتی ہیں۔

۳:۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور تک شرابی کی تعزیر چالیس دُرّے تھی۔ حضرت عمرؓ نے اسے بڑھا کر اسی دُرّے کر دیا اور حضرت عثمان نے مختلف اوقات میں دونوں طرح کی سزا دی یعنی کبھی چالیس کوڑے اور کبھی اسی۔

۴:۔ دورِ صدیقی تک امّ ولد (جس لونڈی کے بطن سے کوئی اولاد ہو جائے) کی خرید و فروخت جائز تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں ام ولد کی خرید و فروخت کو روک دیا کیونکہ قوانین غلامی کا اصل مقصد غلامی کی رسم کو ختم کر دینا ہی تھا۔

۵:۔ غزوۂ تبوک میں رسول اللہؐ نے ہر قیدی کا فدیہ ایک دینار مقرر فرمایا لیکن حضرت عمرؓ نے مختلف ممالک میں مختلف شرحیں مقرر فرمائیں۔

۶:۔ حضورؐ کے زمانہ میں مفتوحہ زمینیں (مثلاً خیبر) مجاہدین میں تقسیم کی گئیں مگر حضرت عمرؓ نے ایسی زمینیں مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بجائے قومی تحویل میں لے لیں۔

۷:۔ دورِ صدیقی تک بیک مجلس تین طلاق کو طلاق رجعی قرار دیا جاتا رہا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دَور میں اسے طلاق مغلّظہ قرار دیا۔

۸:۔ حلالہ کرنے والے اور کرانے والے کو حضورؐ نے محض ملعون قرار دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اعلان فرمایا کہ "حلالہ کرنے والے اور کرانے والے کو سنگسار کر دوں گا"۔

۹:۔ حضورؐ نے پورے رمضان میں کبھی بیس رکعت اور وہ بھی با جماعت نماز نہیں پڑھی۔ دورِ صدیقی میں بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اس کا باقاعدہ اہتمام فرمایا اور وہ اب تک رائج ہے۔

۱۰:۔ حضورؐ نے کاشت اجناس کی شرح خراج کی تفصیل نہیں بتائی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں بالتفصیل ہر جنس کے متعلق خراج کی شرح (کہ فلاں جنس میں فی جریب اتنا) متعین فرمائی۔

۱۱:۔ حضورؐ نے یہ کبھی نہ فرمایا کہ "کوئی عرب غلام نہیں بن سکتا"۔ لیکن حضرت عمرؓ نے غلامی کو ختم کرنے کے لیے یہ قدم اُٹھایا۔

۱۲:۔ حضرت عمرؓ نے مصارف زکوٰۃ میں سے "مولفۃ القلوب" کی مد کو ختم کر دیا اور کہا کہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔

۱۳:۔ دورِ صدیقی تک غیر شادی شدہ کی سزائے زنا سو کوڑے کے ساتھ ایک سال کی ملک بدری بھی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے دَور میں ملک بدری کو روک دیا۔

۱۴:۔ حضرت عمرؓ کی اُولیات کو بھی جن کی تعداد کم و بیش نصف صد ہے۔ اسی میں داخل سمجھنا چاہیے۔ مثلاً تجارتی گھوڑوں اور دریائی پیداوار پر زکوٰۃ قائم کرنا وغیرہ اسی طرح اور بھی بیسیوں مسائل ہیں۔

دورِ عثمانی | ۱۵:۔ عہد فاروقی تک جمعہ کے دن قبل از خطبہ جمعہ ایک ہی اذان ہوا کرتی تھی لیکن جب تمدن وسیع ہو گیا اور کاروبار تجارت میں خاصا پھیلاؤ پیدا ہو گیا تو حضرت عثمانؓ نے اپنے دَور میں ایک اور اذان کا اضافہ فرمایا۔ جو اب تک رائج ہے۔

دورِ علوی | ۱۶:۔ دورِ عثمانی تک اجازت قرآنی کے مطابق کتابیہ عورت سے نکاح کا رواج تھا۔ لیکن حضرت علیؓ نے اپنے عہد میں مسلمانوں کو بعض فتنوں کے اندیشے کی وجہ سے روک دیا۔

مثالیں کہاں تک پیش کی جائیں۔ مختصر یہ ہے کہ عبادات سے لے کر معاملات تک میں بیسیوں شرعی ترمیمات محض اس لیے ہوتی رہیں کہ بدلتے ہوئے حالات کا یہی تقاضا تھا۔" (ص۱۶۱)

..... "یہ عجیب بات ہے کہ حضرت عمرؓ کو تو فیصلہ نبوی اور فیصلہ صدیقی بدلنے کا اختیار رہو لیکن خود حضرت عمرؓ کا فیصلہ بدلنے کا کسی کو حق نہ ہو۔" (ایضاً ص۱۶۱)

مندرجہ بالا اقتباس میں شاہ صاحب نے ایک دفعہ تو نصف صد کے قریب" اولیات عمرؓ" کا ذکر فرمایا اور دو دفعہ "بیسیوں شرعی ترمیمات" کا مگر جب لکھنے بیٹھے تو بمشکل ۱۶ نمبر پورے کر سکے۔

پرویز صاحب کے پیش کردہ اختلافی فیصلے

اب ہم اسی قبیل کی وہ" شرعی ترمیمات" درج کرتے ہیں۔ جو پرویز صاحب نے" اختلافی فیصلے" کے عنوان کے تحت اپنی تصنیف شہکار رسالت کے صفحہ ۲۷۷ تا ۲۸۰ پر درج فرمائے ہیں اور بالآخر یہی نتیجہ پیش کیا ہے کہ سنتِ رسول ایک متبدل چیز ہے۔

۱ ● ۔ تطلیق ثلاثہ جس کا ذکر پہلے دو بار آچکا ہے۔

۲ ● ۔ رسول اللہؐ کے زمانہ میں اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرتا تو اس کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد اسکے پاس رہتی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے یہ تبدیلی کر دی کہ اس کی غیر منقولہ جائیداد اس لبستی کے غیر مسلموں میں تقسیم کر دی جاتی اور اس کے کفاف کے لیے حکومت کی طرف سے وظیفہ مقرر کر دیا جاتا۔

۳ ● ۔ شرابی کی تعزیر میں اضافہ۔ جس کا ذکر دو بار پہلے آچکا ہے۔

۴ ● ۔ حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں چوری کی سزا موقوف کر دی اور قرآن کریم کے عام حکم کو مشروط بہ حالات کر دیا۔ نیز آپ نے جنگ کے دوران سزا دینے سے بھی منع کر دیا۔

۵ ● ۔ مصارف زکوٰۃ میں تالیف قلوب کی مد کو ختم کر دیا۔

۶ ● ۔ دورِ نبوی میں آپ کے ارشاد کے مطابق حج کے ایک رکن طواف کے پہلے تین چکر عام رفتار سے لگائے جاتے تھے۔ ایسی چال کو رمل کہتے ہیں۔ اس ارشاد کی وجہ یہ تھی کہ کافروں

نے مشہور کر رکھا تھا کہ مسلمان مدینہ جاکر کمزور ہوگئے ہیں ۔ آپؐ نے اس الزام کی تردید کے طور پہ مسلمانوں کو ایسا حکم دیا تھا ۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں کہا ۔ اب وہ مصلحت باقی نہیں رہی ۔ نہ مخالفین باقی رہے نہ ان کی طنز ۔ لہذا اب ہمیں معمول کے موافق طواف کرنا چاہیئے

۷ ● ۔ کتابیہ عورت سے نکاح پر پابندی لگا دی ۔ نیز آپ نے مسلمانوں کی بستیوں سے یہود و نصاری کے ذبیحہ خانے یہ کہہ کر بند کرا دیے کہ اب ان کی ضرورت نہیں رہی ۔

۸ ● ۔ ام ولد کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیا ۔

۹ ● ۔ عراق کی مفتوحہ زمینوں کو قومی تحویل میں لے لیا ۔

۱۰ ● ۔ رسول اللہؐ نے اور حضرت ابوبکرؓ نے بعض افراد امت کے وظائف مقرر کرتے وقت ان کی ضروریات کا لحاظ رکھا تھا ۔ حضرت عمرؓ نے اسلام کی خدمات کے لحاظ سے مدارج مقرر کر کے انہیں وظائف کا معیار قرار دیا ۔

۱۱ ● ۔ عشور (محصول چنگی) کی ابتدا کی ۔

۱۲ ● ۔ دریائی پیداوار اور گھوڑوں پر ٹیکس عائد کیا ۔

۱۳ ● ۔ نماز تراویح جماعت سے قائم کی ۔

۱۴ ● ۔ فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کیا ۔

۱۵ ● ۔ خزانہ قائم کیا ۔

۱۶ ● ۔ سنہ ہجری رائج کیا ۔

۱۷ ● ۔ دفاتر قائم کیے اور رجسٹر مرتب کرائے ۔

۱۸ ● ۔ مردم شماری کرائی ۔

۱۹ ● ۔ مسجد میں روشنی کا انتظام کرایا ۔

۲۰ ● ۔ شہر آباد کرائے ۔ نہریں کھدوائیں ۔

مندرجہ بالا بیان کردہ بیس۲۰ امور میں سے آخری چھ۶ امور تو بالکل انتظامی قسم کے ہیں ۔ باقی ۱۴ قابل غور ہیں ۔ گویا گیارہ امور تاریخ اسلام سے ۱۶ جعفر شاہ کے اور ۱۴ پرویز صاحب کے کل ۸۱ ہوئے ۔ ان میں سے اگر تکرار کو حذف کیا جائے تو ۷۵ رہ جاتے ہیں ۔

علاوہ ازیں پرویز صاحب نے اس کتاب شہکار رسالت کے صفحہ ۹۴، ۹۵ پر "فقہ عمری" کے ذیلی عنوان کے تحت چھ ایسے امور کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں حضرت عمرؓ نے سابقہ شریعت میں تبدیلیاں کیں۔ ان میں سے چار کی حیثیت تکرار کی ہے۔ البتہ دو باتیں نئی ہیں۔ جو یہ ہیں۔

(۱) قرآن نے زنا بالجبر کے وقوعہ میں عورت کے لیے سزا کی کوئی تفریع نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے عورت کو کوئی سزا نہیں دی۔

(۲) قرآن نے ترکہ کی تقسیم کے سلسلہ میں وارثوں پر کوئی شرط نہیں لگائی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ قاتل مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا۔

گویا یہ کل ۲۷ "شرعی تبدیلیاں" ہیں۔ ان کی وضاحت درج ذیل نقشہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

شرعی ترمیمات کی کل تعداد کا نقشہ

نمبر شمار	موضوع	تفصیل	تاریخ اسلام سے بمعہ نمبر	دین آسان سے بمعہ نمبر	شہکار رسالت سے بمعہ نمبر
۱	نماز	جنازے کی نماز میں چار تکبیر پر اجماع کرایا۔	۴۰	×	×
۲		صبح کی نماز میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ۔	۳۸	×	۱۴
۳		جمعہ کے خطبہ سے قبل ایک اذان کا اضافہ (حضرۃ عثمان)	×	۱۵	×
۴		نماز تراویح۔ جماعت کا التزام کیا۔	۳۹	۹	۱۳
۵	زکوٰۃ	مصارف زکوٰۃ میں تالیف قلوب کی مد ختم کی۔	×	۱۲	۵
۶		تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔	۳۷	۱۴/۱	۱۲/۱
۷		عشور مقرر کیا۔	۳۵	×	۱۱
۸		دریا کی پیداوار پر محصول لگایا۔	۳۶	۱۴/۲	۱۲/۲
۹		بنی تغلب کے عیسائیوں کے کہنے پر جزیہ کے بجائے زکوٰۃ مقرر کی	۴۳	×	×
۱۰	حدود	قحط کے زمانہ میں چوری کی حد موقوف کی اور جنگ کے دوران ملتوی کی۔	-	-	۴

۱۱	تعزیر و	شراب کی تعزیر ۴۰ کوڑے کے بجائے ۸۰ کوڑے مقرر کی۔	۴۲	۳	۳
۱۲		حلالہ کرنیوالے اور کرانے والے کو سنگسار کرنیکا اعلان کیا۔	—	۸	—
۱۳		غیر شادی شدہ کی سزا سے جلاوطنی کی سزا کو موقوف کیا۔	—	۱۳	—
۱۴		ہجو گو کے لیے سزا مقرر کی۔	۳۳	۲	—
۱۵		زنا بالجبر کے مقدمہ میں عورت کو شرعی حد سے مستثنیٰ قرار دیا۔	—	—	۱۵
۱۶	مناکحات	ایک مجلس کی تین طلاق کو طلاق مغلظہ قرار دیا۔	۴۱	۷	۱
۱۷		کتابیہ عورت سے نکاح پر پابندی لگا دی (حضرت علیؓ نے بموجب شاہ صاحب (حضرت عمرؓ نے بموجب پرویز صاحب.	—	۱۶	۷
۱۸	اموال	عراق کی زمینوں کو قومی تحویل میں لیا۔	—	۶	۹
۱۹		ام ولد کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیا۔	—	۴	۸
۲۰		یہ اعلان کیا کہ کوئی عرب غلام نہیں بن سکتا۔	—	۱۱	—
۱۲		کسی مسلمان کی غیر منقولہ جائیداد کو غیر مسلموں میں تقسیم کر کے حکومت کی طرف سے وظیفہ مقرر کیا۔	—	—	۲
۲۲		وظائف کا معیار اسلامی خدمات کے لحاظ سے مقرر کیا۔	—	—	۱۰
۲۳		غزوۂ تبوک میں قیدی کا فدیہ ایک دینار تھا حضرت عمرؓ نے مختلف ممالک کے لیے مختلف شرحیں مقرر کیں۔	—	۵	—
۲۴		حضورؐ نے خراج کی صورت میں مختلف اجناس کی شرح مقرر نہیں کی۔ یہ حضرت عمرؓ نے مقرر کی۔	—	۱۰	—
۲۵		قاتل کو مقتول کے ورثہ سے محروم کیا۔	—	—	۱۶
۲۶	متفرقات	حج کے طواف سے رمل کو ختم کیا۔	—	—	۶
۲۷		غزلوں میں عورتوں کا نام لینے یا ذکر کرنے کی ممانعت کی اور سزا کا اعلان کیا۔	۳۴	۱	—
			۱۱	۱۶	۱۶

نقشہ بالا دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ درج ذیل ۱۴ امور ایسے ہیں جنہیں کسی ایک ہی نے بیان کیا۔
نمبر ۱، ۳، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶ = ۱۴

اور درج ذیل ۸ امور پر کسی بھی دو کا اتفاق ہے۔
نمبر ۲، ۵، ۷، ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۲۵ = ۸

اور مندرجہ ذیل ۵ امور تینوں نے بیان کئے ہیں۔
(۴) نماز تراویح کی جماعت (۶) تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ (۸) دریا کی پیداوار پر زکوٰۃ۔
(۱۱) شراب کی تعزیر میں اضافہ (۱۵) تین طلاق بیک مجلس کو تین شمار کرنا۔ } ۵/۲۷

مندرجہ بالا شرعی ترمیمات کا جائزہ

تدبیری امور | تدبیری امور سے ہماری مراد یہ ہے کہ کسی امر کے متعلق شرعی حکم موجود ہے۔ لیکن دور نبوی میں اس کے اطلاق کا موقعہ نہ آیا۔ بلکہ بعد میں آیا۔ تو اس پر شرعی حکم کا اطلاق کر دیا گیا مثلاً

۱۔ گھوڑوں پر زکوٰۃ: عرب میں اونٹ، بھیڑ بکری، گائے وغیرہ تو تجارتی اغراض کے تحت پائے جاتے اور بکثرت پائے جاتے تھے۔ لہٰذا ان پر رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ عائد کر دی۔ گھوڑے عرب میں بہت کم یاب تھے جو تجارتی بنیادوں پر نہیں بلکہ صرف رئیسانہ ٹھاٹھ کی نمائش کے طور پر ہی پائے جاتے تھے۔ جنگ بدر کے تین سو تیرہ مجاہدین کی سواریوں کا تناسب حفیظ جالندھری مصنف شاہنامہ اسلام کے درج ذیل شعر سے خوب واضح ہوتا ہے۔

یہ ستّر اونٹ دو گھوڑے یہاں سیراب ہو جاتے
مجاہد بھی وضو کرتے، نہاتے غسل فرماتے

قرآن کریم نے جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے گھوڑے پالنے کی ترغیب دلائی اور ایسے گھوڑے جو جہاد کی غرض سے پائے جائیں یا صرف کسی شخص کے ذاتی استعمال میں آنے والے جانور یا اشیاء بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوتی ہیں[1]۔ لیکن جب دور فاروقی میں اسلامی مملکت کی حدود ان ممالک تک پہنچ گئیں

---

[1] مزید تفصیل کے لیے دیکھئے تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث مشکوٰۃ - ج ۲ ص ۵ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور

جہاں گھوڑے تجارتی بنیادوں پر پائے جاتے اور کثیر مقدار میں پائے جاتے تھے تو آپ نے لیے گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ عائد کر دی ۔ اسی اصول کے مطابق جن ممالک میں بھینسیں تجارتی اغراض کے تحت پالی جاتی ہیں ان پر زکوٰۃ عائد ہوگی اور یہ کام عین سنتِ نبوی کے مطابق ہوگا۔ حالانکہ دورِ نبوی میں ایسی زکوٰۃ کا سراغ بھی نہیں ملتا۔ کیونکہ عرب میں بھینسوں کا وجود ہی نہ تھا یا اگر تھا بھی تو بہت قلیل مقدار میں تھا۔

۲۔ دریائی پیداوار پر زکوٰۃ :۔ بالکل یہی صورت حال دریائی پیداوار پر زکوٰۃ عائد کرنے کی ہے ۔ زمینی پیداوار پر زکوٰۃ آیات قرآنی (۶/۱۴۲) اور سنت نبوی دونوں سے ثابت ہے۔ اب عرب میں نہ دریا ہیں نہ دریا کی پیداوار۔ لہذا رسول اللہ کس چیز پر زکوٰۃ عائد کرتے۔ حکم یہ ہے کہ پیداوار پر زکوٰۃ عائد ہوگی تو جہاں کہیں دریا، سمندر ہوں گے وہاں دریائی یا سمندری پیداوار ہوگی اس پر زکوٰۃ عائد کرنا عین اتباع کتاب و سُنّت ہوگا نہ کہ شرعی ترمیم۔

۳۔ عشور :۔ اسی طرح ایک مسئلہ عشور کا ہے۔ جسے آج کی زبان میں کسٹم ڈیوٹی کہتے ہیں۔ اس کا معنی محصول چنگی غلط ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ کسٹم ڈیوٹی بطور ایک عام ٹیکس کے نہیں بلکہ صرف ان غیر مسلم تاجروں پر لگائی تھی جو عرب میں یا اسلامی مملکت میں مال درآمد کرتے تھے اور صرف اس لیے لگائی تھی کہ غیر مسلم ممالک نے پہلے مسلمان تاجروں سے اس قسم کا ٹیکس وصول کرنا شروع کر دیا تھا جس کے جواب میں علی سواء کے اصول کے مطابق غیر مسلم تاجروں پر بھی یہ ٹیکس لگا دیا تھا۔ یہ مسئلہ تدبیر مملکت سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ شریعت سے۔ پھر اس سے کوئی شرعی حکم بھی مجروح نہیں ہوتا تو اسے "شرعی ترمیم" کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے؟ رہا اس کی شرح کا مسئلہ تو ہر حکومت اس معاملہ میں آزاد ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ شرعی تو ہے نہیں جس کی شرح معین ہوتی ہے۔

۴۔ نومسلم کی جائیداد غیر منقولہ :۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان حکومت کسی نومسلم کی غیر منقولہ جائیداد کو کسی مصلحت کی بنا پر غیر مسلموں کو دے کر اس کا کفاف وظیفہ کی شکل میں اس نومسلم کو دیدے۔ تو ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے کونسا شرعی حکم مجروح ہوتا ہے جو اسے شرعی ترمیم کا نام دیا جائے۔ یہ ایک تدبیری مسئلہ ہے اور تدبیر ہمیشہ پیش آمدہ معاملات کو نہ مدنظر رکھ کر کی جاتی ہے اور ایسی تدابیر میں مختلف ادوار میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے اور ایسا اختلاف کسی شرعی امر پر ذرہ بھر بھی اثر

انداز نہیں ہوتا۔

۵۔خراج کی شرح:۔ خراج کی صورت میں مختلف اجناس کی شرح متعین کرنا بھی تدبیر ہی سے تعلق رکھتا ہے اب قبلہ شاہ صاحب کو یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہؐ نے تو یہ شرح مقرر نہیں کی تھی۔ شاہ صاحب کو یہ تو بتلانا چاہیے تھا کہ دورِ نبوی میں خراجی زمینیں کہاں اور کون کون سی تھیں اور ان میں کیا کچھ فصلیں پیدا ہوتی تھیں جو آپ نے شرح متعین نہ فرمائی۔ ظاہر ہے کہ یہ موقعہ تو تب ہی آسکتا تھا۔ جب ایسی خراجی زمینیں اسلامی حکومت کے زیرِ اقتدار آتیں جن میں مختلف قسم کی اجناس بھی پیدا ہوتیں اور یہ دور دورِ فاروقی ہی ہے۔ دورِ نبوی یا صدیقی نہیں تھا۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ کی مقرر کردہ شرحیں بھی کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ تدبیر سے تعلق رکھتا ہے۔

۶۔ زکوٰۃ کے برابر جزیہ:۔ بنی تغلب کے مطالبہ پر جزیہ کی شرح کو زکوٰۃ کے برابر کر دینا بھی تدبیری امر ہے۔ زکوٰۃ کا نصاب اور شرح ضرور غیر متبدل ہے۔ لیکن جزیہ کا نصاب اور شرح غیر متبدل نہیں ہے۔ صدرِ مملکت کو یہ اختیار ہے کہ وہ ایک ہی شہر کے بعض لوگوں سے عام شرح سے زیادہ جزیہ وصول کرے اور بعض کمزور و نادار بچوں یا عورتوں سے جزیہ کلیتہً ساقط کر دے۔ وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ اگر اسے اعتماد حاصل ہو جائے۔ تو ذمیوں سے فوجی خدمت کے بدلہ ان سے جزیہ ساقط کر دے اور یہ بھی کہ اس کی شرح کو حالات کے مطابق زکوٰۃ کی شرح سے زیادہ یا برابر یا کم کر دے۔

۷۔ خطبہ جمعہ اور دوسری اذان:۔ اذان کا مسئلہ اس لحاظ سے تدبیری ہے کہ اذان کے متعلق دورِ نبوی میں باقاعدہ مجلس مشاورت قائم ہوئی تھی اور شرعی اس لحاظ سے ہے کہ بالآخر اذان کے کلمات بذریعہ الہام ہی طے ہوئے تھے۔ اب جمعہ کی اذان کی خصوصیت یہ ہے اس اذان کے بعد مسجد میں جا کر خطبہ جمعہ سننا فرض اور دوسرا کوئی بھی کام کاج کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جیسا کہ شاہ صاحب نے وضاحت کر بھی دی ہے۔ جب دورِ عثمانی میں مدینہ کی آبادی دور دور تک پھیل گئی اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ دور رہنے والے لوگ اگر اذان سن کر چلیں تو ان کے مسجد پہنچنے تک خطبہ جمعہ، نماز جمعہ ختم ہی نہ ہو جائے اور لوگ بلا ارادہ ہی ایک گناہ کے مرتکب نہ ہوں لہٰذا

ایک اہم دینی ضرورت کی خاطر حضرت عثمانؓ نے خطبہ جمعہ سے پہلے لوگوں کو بر وقت متنبہ کرنے کے لیے ایک اذان کا اضافہ کیا۔ البتہ اس کے الفاظ وہی رہے جو الہامی تھے۔ ان میں کوئی رد و بدل نہیں کیا۔

امدادی امور امدادی امور سے ہمارا مطلب ایسی باتیں ہیں جن کے متعلق اصول طور پر واضح احکام موجود ہیں اور انہیں واضح احکام کی تعمیل کو مزید تقویت پہنچانے کے لیے کوئی قدم اٹھایا جائے۔ مثلاً

۱/۸ ۔ **عربی غلام :۔** اسلام غلامی کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اب ہر وہ اقدام جو غلامی کو کم کرنے میں ممد ثابت ہوگا۔ وہ شرعی ترمیم نہیں بلکہ امدادی امر ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا یہ اعلان کہ "آئندہ کوئی عرب غلام نہیں بن سکتا" اسی قبیل سے تعلق رکھتا ہے۔

۲/۹ ۔ **نمازِ جنازہ کی چار تکبیریں :۔** اسی طرح اسلام تفرقہ و انتشار کو شرک و کفر قرار دیتا اور شریعت کو تھامے رکھنے اور متحد رہنے کی سخت تاکید کرتا ہے۔ اب ہر وہ بات جو مسلمانوں سے کسی اختلاف کو دور کرکے ان میں اتحاد کی فضا قائم کرے۔ وہ شرعی ترمیم نہیں بلکہ کتاب و سنت کا اتباع ہوگا مثلاً حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر اجماع کرایا (یہ بھی واضح رہے کہ صحابہ کرام کے اجماعی فیصلے بذات خود شرعی حجت ہوتے ہیں۔ ان پر شرعی ترمیم کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا)۔ اس اجتماع صحابہ میں جو بات زیر بحث آئی وہ یہ تھی۔ کہ رسول اللہ کی زندگی کا آخری عمل کیا تھا۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ آپ نے سب سے آخر میں جو نماز جنازہ پڑھائی اس میں چار تکبیریں ہوئیں تو چار تکبیروں پر سب صحابہ نے اجماع کرلیا۔ اس اجماع کی بنیاد اتباع سُنّت ہی تھی۔

۳/۱۰ ۔ **نماز تراویح کی جماعت :۔** حضرت عمرؓ رمضان میں عشاء کے بعد مسجد گئے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ فرداً فرداً یا مختلف چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کی شکل میں نماز تراویح ادا کر رہے ہیں آپ نے اس انتشار کو ختم کرکے اتحاد کی فضا پیدا کرنے کے لیے ایک ہی جماعت کا حکم دے دیا اور حضرت ابی بن کعبؓ کو امام مقرر کر دیا۔ تاہم آپ نے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ رمضان کا پورا مہینہ اس جماعت تراویح کا التزام کیا جائے۔ آپ کا حکم صرف یہ تھا کہ مسجد میں کئی چھوٹی چھوٹی جماعتیں ہونے سے

یہ بہتر ہے کہ جماعت ایک ہی ہو اور یہ بات سنتِ رسول کے عین مطابق تھی ۔ کیونکہ جن تین ایام میں رسول اللہ نے نماز تراویح پڑھائی تھی تو ایک ہی جماعت ہوتی تھی ۔ رسول اللہ امام ہوتے تھے اور باقی تمام نماز تراویح ادا کرنے والے صحابہ مقتدی ہوتے تھے ۔

رمضان کا پورا مہینہ نماز تراویح کا التزام دراصل مسلمانوں کا اپنا پیدا کردہ ہے خصوصاً حفاظِ کرام کو یہ لالچ ہوتا ہے کہ اس طرح وہ پورا قرآن التزام کے ساتھ سنا سکتے ہیں ۔ حضرت عمرؓ کا قطعاً یہ حکم نہ تھا کہ بلا ناغہ پورا رمضان نماز تراویح کی جماعت ہوا کرے ۔

پھر حضرت عمرؓ کے اس حکم پر صحابہ کا اجماع بھی نہ ہوا ۔ حتیٰ کہ خود حضرت عمر بھی شامل نہ ہوتے تھے ۔ بخاری کی جس روایت[1] میں آپ کا یہ حکم مذکور ہے ۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ دوسرے روز پھر حضرت عمرؓ آئے اور ایک ہی جماعت دیکھ کر خوش ہوئے اور نیز فرمایا اگر یہ لوگ جس وقت نماز پڑھ رہے ہیں سو جاتے ۔ اور جب سوتے ہیں ۔ اس وقت یہ نماز پڑھتے تو زیادہ بہتر تھا اس سے صاف واضح ہے کہ خود حضرت عمرؓ پچھلی رات نماز تراویح ادا فرماتے تھے ۔

۱۱۔ ہجو کی سزا | اسلام کسی دوسرے کی تحقیر، تذلیل، اور تمسخر وغیرہ کو کبیرہ گناہ قرار دیتا ہے ۔ کسی کی ہجو کرنا بھی اسی قسم کا جرم ہے ۔ جس پر حضرت عمرؓ نے سزا مقرر کر دی ۔ اب قبلہ جعفر شاہ صاحب اسے "شرعی تبدیلی" قرار دیتے ہیں ۔ دلیل یہ ہے کہ خود اسلام اور رسول اللہ کی ہجو کی گئی تو آپ نے کوئی سزا مقرر نہ کی بلکہ حضرت حسان بن ثابتؓ کو جواب دینے کو کہا ۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا اس دور میں رسول اللہؐ اس پوزیشن میں تھے ۔ کہ کافر ہجو گویوں کو سزا دے سکتے؟ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ خود شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہ سزا اس لیے مقرر کی تھی، کہ اس سے پرانی رنجشیں تازہ ہوتی ہیں اور پرانی رنجشوں کو بھول جانا اور عفو و درگزر سے کام لینا شریعت کی نگاہ میں نہایت مستحسن فعل ہے ۔ پھر حضرت عمر کا یہ اقدام "شرعی ترمیم" کیونکر بن گیا؟

۵/۱۲ اسلام فحاشی کا سخت دشمن ہے ۔ اور ان تمام محرکات کا بھی جن سے فحاشی کو کسی نہ کسی طرح فروغ حاصل ہوتا ہو ۔ حضرت عمرؓ نے اگر غزلوں میں عورتوں کا نام ذکر کرنے پر سزا مقرر کی تو ان کا یہ اقدام کتاب و سنت کے عین مطابق تھا ۔ اب قبلہ جعفر شاہ صاحب کو اعتراض یہ ہے کہ کعب بن مالک کے قصیدہ نعتیہ" بانت سعاد" کی تشبیب ایک عورت" سعاد" سے ہی شروع ہوتی ہے اور اسے سب سے بہتر نعت نبوی میں شمار کیا جاتا ہے ۔ تو حضرت عمرؓ نے ایسی بات پر کیوں سزا مقرر کر دی جس کے متعلق حضورؐ نے کچھ بھی نہیں کہا تھا ۔ اس کچھ بھی نہ کہنے سے ذہن خود بخود اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ حضور اکرمؐ کے سامنے غالباً پڑھا ہی نہیں گیا تھا ۔ قبلہ شاہ صاحب نے اس کا کوئی ایسا حوالہ درج نہیں فرمایا کہ اس کی تحقیق کی جا سکتی ۔ اگر بفرض تسلیم یہ ثابت ہو بھی جائے کہ یہ قصیدہ آپ کے سامنے پڑھا گیا اور آپ نے سکوت فرمایا ۔ اس کی نہ تحسین فرمائی نہ مذمت ۔ تو بھی حضرت عمرؓ کا یہ فعل مستحسن ہی قرار پائے گا کیونکہ حضرت عمرؓ کا یہ اقدام قرآن کریم کی اصولی تعلیم کا مؤید ہے ۔

مغالطے مغالطے سے مراد ایسے امور ہیں جن کی ابتدا کو غلط طور پر حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے ۔ جبکہ حقیقتاً ان کی ابتدا دورِ نبوی میں ہی ثابت ہے ۔ ایسے امور کو یا تو قبلہ شاہ صاحب اور پرویز صاحب کی لاعلمی پر محمول کیا جا سکتا ہے یا تجاہل عارفانہ اور مغالطہ آفرینی پر ۔

۱/۱۳ صبح کی نماز میں الفاظ " الصّلوٰۃ خیر من النوم " حضرت عمرؓ کا اضافہ نہیں بلکہ یہ الفاظ دورِ نبوی میں بھی کہے جاتے تھے ۔ اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیے ۔

۱ ۔ حضرت ابو محذورہ کہتے ہیں کہ" میں رسول اللہؐ کے زمانہ میں اذان کہتا تھا اور فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد میں کہتا الصّلوٰۃ خیر من النوم " (نسائی ۔ کتاب الأذان ۔ باب التثویب فی اذان الفجر)

۲ ۔ انہی محذورہ سے موطا امام مالک میں ایک روایت یوں ہے ۔

" میں لڑکا تھا ۔ میں نے حُنین کے روز رسول اللہؐ کے سامنے فجر کی اذان دی ۔ جب میں حی علی الفلاح پر پہنچا تو آپؐ نے فرمایا ۔ اب الصّلوٰۃ خیر من النوم" کا کلمہ ملا دے"

(موطا امام مالک مترجم ص ۹۵ مطبوعہ اسلامی اکیڈمی اردو بازار ۔ لاہور ۔)

۳ ۔ حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ وہ نماز صبح کی خبر کرنے کے لیے رسول اللہ ؐ کے پاس آئے تو لوگوں نے کہا کہ آپ سو رہے ہیں ۔ تو بلالؓ نے کہا الصّلوٰۃ خیر من النوم اس کے بعد فجر کی اذان کے لیے یہ کلمہ مقرر کیا گیا اور ایسا ہی حکم باقی رہا" (حوالہ ایضاً)

اب جس روایت سے یہ مغالطہ پیدا ہوا کہ الصّلوٰۃ خیر من النوم کے الفاظ حضرت عمرؓ نے بڑھائے تھے، وہ یوں ہے ۔

" امام مالک کو یہ بات پہنچی کہ حضرت عمرؓ کے پاس موذن نماز صبح کی خبر کرنے کو آیا تو حضرت عمرؓ کو سوتا پاکر الصّلوٰۃ خیر من النوم یا امیر المؤمنین" کہا ۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس کلمے کو صبح کی اذان میں کہا کرو"۔ پھر ساتھ ہی اس کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ" حضرت عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ اس کلمہ کے کہنے کا اصل موقع صبح کی اذان کے اندر ہے نہ کہ اذان سے باہر ۔ کہ اذان کے بعد کسی کے پاس جا کر یہ کلمہ کہنا (جیسا کہ بعض امراء و حکام کی آرزو ہوتی ہے) قطعاً درست نہیں اور یہ کلمہ دورِ نبوی میں صبح کی اذان میں ہی کہا جاتا تھا" (حوالہ ایضاً)

۲/۱۴ ۔ قحط کے زمانہ میں چوری کی سزا : ۔ قحط کے زمانہ میں چوری کی حد ساقط کرنا حضرت عمرؓ کی "شرعی ترمیم" ہرگز نہیں ۔ اس کی اصل سُنّتِ نبوی سے ملتی ہے ۔ چنانچہ خود جعفر شاہ صاحب نے یہ روایت درج فرمائی ہے کہ " عباد بن شرجیل نے کسی کھیت سے کچھ غلہ لے لیا ۔ کھیت والے نے عباد بن شرجیل کو مارا اور اس کا کپڑا بھی چھین لیا ۔ پھر رسول اللہ ؐ کو آکر بتلایا تو آپ نے فرمایا ۔

مَا عَلَّمْتَهُ اِذَا كَانَ جَاهِلاً وَلَا اَطْعَمْتَهُ اِذَا كَانَ سَاغِبًا

ترجمہ : اگر یہ نادان تھا تو تو نے اسے تعلیم نہیں دی اور اگر یہ بھوکا تھا تو تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا ۔

حضورؐ نے اس چور کو کوئی سزا نہیں دلوائی ۔ بلکہ خود کھیت والے نے اس کا کپڑا بھی واپس کیا اور (مار کے بدلے) بہت سا غلہ بھی دیا (اسلام دین آسان ص۳۵۹)

اب ہم نہیں سمجھتے کہ اگر اسی بنیاد پر حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں چوری کی حد موقوف کر دی تو یہ "شرعی ترمیم" کیسے بن گئی ؟

۳/۱۵ غیر شادی شدہ کی سزائے زنا : ۔ جناب جعفر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت

صدیق اکبرؓ کے عہد تک غیر شادی شدہ کی سزا کے سو کوڑے کے ساتھ ملک بدری بھی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں ملک بدری کو روک دیا۔" (اسلام۔ دین آسان ص۱۵)

قبلہ شاہ صاحب نے اس دعویٰ کے لیے کوئی حوالہ قلمبند نہیں فرمایا۔ اب ہم بخاری کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کا دعویٰ برخود غلط ہے۔ زید بن خلد جہنی کہتے ہیں کہ۔

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ فِيمَنْ زَنَا وَلَمْ يُحْصَنْ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ قَالَ ابْنُ الشِّهَابِ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ غَرَّبَ ثُمَّ لَمْ تَزَلْ تِلْكَ السُّنَّةَ۔ (بخاری کتاب المحاربین۔ باب البکران یُجلدان ویُنفیان)

ترجمہ:۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ اس شخص کے لیے جو کنوارا ہو کر زنا کرے، سو کوڑے لگانے اور ایک سال کی جلا وطنی کا حکم دیتے تھے۔ (اسی سند سے) ابن شہاب نے کہا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عمرؓ نے جلا وطنی کیا۔ پھر یہی طریقہ جاری ہو گیا۔

اب دیکھئے ایک طرف جعفر شاہ صاحب کی بے حوالہ روایت ہے کہ حضرت عمر نے جلا وطنی کی سزا موقوف کر دی دوسری طرف بخاری کی مستند اور باحوالہ حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جلا وطنی کی سزا دی۔ پھر بعد میں یہی دستور چل نکلا۔ اب ان میں سے آپ جو چاہے تسلیم کر لیجئے۔

دراصل کنوارے کی سزا سے جلا وطنی کو موقوف کرنا حنفیہ کا مسلک ہے جسے غلطی سے حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

جہاں تک ام ولد کی خرید و فروخت پر پابندی کا تعلق ہے۔ تو یہ پابندی حضرت عمرؓ نے نہیں لگائی تھی۔ بلکہ سنتِ نبوی سے[لہ] ہی یہ حکم ثابت ہے۔

لہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ان کرم فرماؤں کی معلومات منتہی شبلی نعمانی کی تصنیف ہے اس سے آگے تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

● عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ وَطِئَ اَمَتَہٗ فَوَلَدَتْ لَہٗ فَھِیَ مُعْتَقَۃٌ عَنْ دُبُرٍ۔

احمد۔ ابن ماجہ بحوالہ نیل الاوطار جلد ۶ صـ ۲۲۱

ترجمہ :۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے اپنی لونڈی سے مباشرت کی پھر اس سے اس کا بچہ پیدا ہوگیا تو وہ لونڈی اس شخص کے مرنے کے بعد آزاد ہوگی۔

● عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ ذُکِرَتْ اُمُّ اِبْرَاھِیْمَ عِنْدَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِعْتَقَھَا وَلَدُھَا (ابن ماجہ۔ دارقطنی بحوالہ ایضاً)

ترجمہ :۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ام ابراہیم (ماریہ قبطیہ) کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ اس کا بچہ اس کی آزادی کا سبب بن گیا۔

● عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ نَھٰی عَنْ بَیْعِ اُمَّھَاتِ الْاَوْلَادِ وَقَالَ لَا یُبَعْنَ وَلَا یُوْھَبْنَ وَلَا یُوْرَثْنَ یَسْتَمْتِعُ بِھَا السَّیِّدُ مَا دَامَ حَیًّا وَاِذَا مَاتَ فَھِیَ حُرَّۃٌ۔

(موطا امام مالک۔ دارقطنی بحوالہ)

ترجمہ :۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد والی لونڈیوں کو بیچنے سے منع فرمایا اور کہا کہ نہ وہ بیچی جاسکتی ہیں۔ نہ ہبہ کی جاسکتی ہیں اور نہ ترکہ میں شمار ہوسکتی ہیں۔ جب تک ایسی لونڈی کا مالک زندہ ہے وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور جب وہ مرجائے تو وہ لونڈی آزاد ہے۔

۵/۱۱ زنا بالجبر اور عورت کی سزا :۔ پرویز صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن میں زنا کی سزا تو موجود ہے لیکن زنا بالجبر کی سزا کے سلسلہ میں قرآن میں کوئی صراحت ہے نہیں۔ یہ حضرت عمرؓ کے تفقہ فی القرآن کا کمال ہے کہ آپ نے ایسی عورت کو سزا نہیں دی۔ (شہکار رسالت صـ ۹۵)

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس معاملہ میں بھی حضرت عمرؓ نے سنت نبوی ہی کی پیروی کی تھی۔ ترمذی کی درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

أَنَّ امْرَأَةً خَرَجَتْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ فَتَجَلَّلَهَا فَقَضٰى حَاجَتَهُ مِنْهَا فَصَاحَتْ فَانْطَلَقَ وَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ فَقَالَتْ اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِيْ كَذَا وَكَذَا وَمَرَّتْ بِعَصَابَةٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ....... فَأَتَوْا بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَمَرَ بِهِ لِيُرْجَمَ قَامَ صَاحِبُهَا الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا صَاحِبُهَا فَقَالَ لَهَا اِذْهَبِيْ فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ۔ (ترمذی۔ ابواب الحدود۔ باب ما جاء فی المراۃ اذا استکرهت بالزنا)

ترجمہ :۔ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک عورت (صبح کی) نماز کے ارادہ سے نکلی۔ اسے ایک آدمی ملا جس نے اسے ننگا کیا پھر اس سے حاجت پوری کی وہ عورت چیخی تو وہ چلا گیا۔ ایک اور آدمی اس عورت کے پاس سے گزرا تو اس عورت نے کہا اس آدمی نے مجھ سے یہ یہ کام کیا ہے۔ پھر وہ مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس سے گزری.... وہ اس آدمی کو رسول اللہؐ کے پاس لے آئے۔ جب آپؐ نے اس مرد کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تو اس عورت کے خاوند نے کہا یا رسول اللہ! میں اس کا خاوند ہوں۔ رسول اللہؐ نے اس عورت سے کہا۔ چلی جاؤ اللہ نے تجھے معاف رکھا ہے۔

اسی مضمون کی حدیث سنن ابن ماجہ۔ کتاب الحدود اردو ترجمہ مکتبہ سعودیہ کراچی ص۳۱۱ پر موجود ہے۔

۱۸/۶ قاتل محروم الارث ہے :۔ اسی طرح پرویز صاحب نے فرمایا کہ "قرآن کریم نے ترکہ کی تقسیم کے سلسلہ میں وارثوں پر کوئی شرط نہیں لگائی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ "قاتل مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا"! آپ نے دیکھا کہ اس فیصلے سے کتنے بُرے فتنے کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ جس کی رو سے ہمارے ہاں جائیدادوں کی خاطر آئے دن قتل ہوتے رہتے

ہیں ۔ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ سے یہ بھی مستنبط ہوا کہ اسلامی حکومت قرآن کریم کے کسی مطلق حکم کو (یعنی جس میں کوئی شرط عائد نہ کی گئی ہو) مقید کر سکتی ہے ۔ یعنی عند الضرورت اس پر شرائط عائد کر سکتی ہے " (ایضاً ص۹۵)

اب اگر پرویز صاحب حدیث کو ناقابل اعتنا سمجھ کر اس طرف توجہ ہی نہ فرمائیں تو ان پر حقیقت کیونکر منکشف ہو سکتی ہے جو یہ ہے کہ قاتل کا مقتول کے وارث نہ ہونے کا اصول حضرت عمرؓ کی تفقہ فی القرآن کا نتیجہ نہیں ۔ بلکہ حضرت عمرؓ نے سُنّتِ رسولؐ کی اتباع فرمائی تھی۔ اب درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیے لطف کی بات یہ ہے کہ پہلی حدیث کے راوی بھی خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں ۔

○ عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَیْسَ لِقَاتِلٍ مِیْرَاثٌ" (موطا امام مالک - احمد - ابن ماجہ بحوالہ نیل الاوطار جلد ۶ ص۱۹۴)

ترجمہ :- حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنا ۔ آپ کہتے تھے ۔ " قاتل کے لیے مقتول کی میراث میں کوئی حصّہ نہیں "

○ عَنْ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَرِثُ الْقَاتِل شَیْئًا " (ابوداؤد بحوالہ ایضاً)

ترجمہ :- عمر بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا " قاتل کو (مقتول کی وراثت سے) کچھ نہیں ملے گا "

○ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْقَاتِلُ لَا یَرِثُ " (ترمذی - ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ باب الفرائض)

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ " قاتل اپنے مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا ۔

○ اسی مندرجہ حدیث کو نسائی ۔ بیہقی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے ۔ (مشکوٰۃ ترجمہ۔ باب الفرائض فصل الثانی ۔ حاشیہ پہ حدیث مذکورہ بالا)

۱۹/۷ اسیروں کا فدیہ :- قبلہ جعفر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "غزوۂ تبوک میں حضورؐ نے ہر قیدی کا فدیہ ایک دینار مقرر فرمایا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے مختلف ممالک میں مختلف شرحیں مقرر فرمائیں اب دیکھئے کہ تبوک کی نہ جنگ ہوئی نہ کوئی کافر قیدی[1] بنایا گیا۔ پھر نہ معلوم قبلہ شاہ صاحب نے یہ بے حوالہ روایت درج فرمادی ہے کہ تبوک کے قیدیوں کے لیے حضورؐ نے ایک[2] دینار فدیہ مقرر کیا تھا؟

فدیہ لینے کا قصہ صرف اساریٰ بدر کے سلسلہ میں پیش آیا تھا۔ لیکن اس وقت بھی کوئی مخصوص رقم متعین نہ کی گئی تھی۔ بعض نادار اور پڑھے لکھے کافروں کا فدیہ یہ طے ہوا تھا کہ وہ دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھلا دیں۔ بعض نادار اوران پڑھ کافروں کو اس وعدہ پر بھی چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ آئندہ کافروں کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوں گے۔ حضرت عباس سے معمول سے بہت زیادہ رقم فدیہ کے طور پر لی گئی۔ کیونکہ یہ بہت مالدار تھے۔ وقس علی ہذا۔ اب اگر حضرت عمرؓ نے مختلف ممالک میں فدیہ کی مختلف شرحیں مقرر فرمائیں تو اس سے کونسی سنتِ رسول یا شرعی حکم مجروح ہوا تھا جس کی بنا پر حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر بھی "شرعی ترمیم" کا اطلاق ہو سکے۔

۲۰/۷ طواف اور رمل :- پرویز صاحب کہتے ہیں کہ "سنتِ رسول یہ تھی کہ طواف کے پہلے چکروں میں ذرا تیز چلا جائے۔ (رمل کیا جائے) اور یہ اس لیے تھا کہ کفار مکہ نے کہا کہ یثرب کی آب و ہوا نے مسلمانوں کو کمزور کر دیا۔ تو آپ نے رمل اس لیے تجویز فرمایا کہ کافروں کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ مسلمان ہرگز کمزور نہیں ہوئے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں کہا۔ کہ اب ہمیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ نہ وہ حالات رہے، نہ وہ مصلحت نہ وہ مخالفین رہے نہ ان کا طنز۔ اب ہمیں معمول کے مطابق طواف کرنا چاہیے" (شہکار رسالت ص ۲۷۹)

پرویز صاحب نے جو کچھ فرمایا بجا فرمایا۔ لیکن حدیث کا آخری حصّہ چھوڑ گئے۔ جو یوں ہے۔

---

[1] رحمۃ اللعالمین ج ۲ ص ۲۱۳ از قاضی سلیمان منصور پوری مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز۔ لاہور

[2] یہ جنگ تبوک کے اسیروں اور ان کے فدیہ کی صرح

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ: فِيمَ الرَّمَلَان، وَالْكَشْفُ عَنِ الْمَنَاكِبِ، وَقَدْ أَطَّأَ اللهُ الْإِسْلَامَ وَنَفَى الْكُفْرَ وَأَهْلَهُ؟ وَمَعَ ذٰلِكَ لَا نَدَعُ شَيْئًا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(احمد۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ بحوالہ منتقی الاخبار۔ کتاب الحج، باب طواف القدوم والرمل...)

ترجمہ:۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کندھے کھول کر اور کندھے ہلا کر تیز تیز چلنا کس لیے؟ اب تو اللہ نے اسلام کو پھیلا دیا اور کفر اور اہل کفر کو مٹا دیا ہے۔ بایں ہمہ ہم اس کام میں سے کچھ بھی نہ چھوڑیں گے، جسے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بجا لاتے تھے۔

اسی مضمون سے ایک دوسری ملتی جلتی حدیث کے راوی ابن عباسؓ ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یوں فرمایا تھا۔

وَقَدْ أَهْلَكَهُمُ اللهُ تَعَالَىٰ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ صَنَعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ أَنْ نَتْرُكَهُ"

ترجمہ:۔ اور اللہ نے کفار و مشرکین کو تو ہلاک کر دیا ہے۔ پھر کہا، ہر ایسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بجا لائے۔ ہم نہیں چاہتے کہ اسے چھوڑ دیں۔

یہ روایت احمد۔ بزار۔ حاکم بیہقی اور نسائی میں باختلاف موجود ہے (نیل الاوطار۔ شرح منتقی الاخبار۔ باب ایضاً)

اب دیکھیے ہمارے یہ دوست کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حالات کے بدلنے سے سُنّتِ رسول میں تبدیلی کر لیتے تھے۔ مگر حضرت عمرؓ خود یہ فرما رہے ہیں۔ کہ اگر حالات بدل چکے ہیں۔ تاہم ہم ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑ سکتے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام دیا تھا۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر لیجیے کہ ان متضاد باتوں میں کس کی بات زیادہ قابل اعتماد ہو سکتی ہے۔

حضرت عمرؓ کے اتباع سُنّت کا یہ حال تھا۔ کہ اگر وہ کسی کام کو بالکل بے کار اور عبث سمجھتے۔ پھر بھی اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فی الواقعہ ایسا کیا تھا۔ تو اپنی عقل و دانش کو رد کر دیتے اور سنت رسول کی اتباع کرتے اور زبان سے اقرار بھی کرتے کہ اگرچہ مجھے یہ کام عبث معلوم ہوتا ہے۔ میں اسے صرف اس لیے سرانجام دیتا ہوں کہ رسول اللہؐ نے

یہ کام کیا تھا۔ چنانچہ حج کے دوران حجرِ اسود کو مخاطب کرکے آپ نے فرمایا۔

عَنْ عَابس بن رَبِیْعَۃَ قَالَ رَاَیْتُ عُمَرَ یُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَیَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا یَضُرُّ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُ مَا قَبَّلْتُکَ ۔ (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ۔ کتاب المناسك باب دخول مکہ والطواف۔ فصل ثالث)

ترجمہ:۔ عابس بن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ حجرِ اسود کو بوسہ دے رہے تھے اور کہتے تھے۔" میں جانتا ہوں۔ تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

متوازی فیصلے | متوازی فیصلے سے ہماری مراد یہ ہے کہ رسول اللہ نے ایک سنت جاری فرمائی لیکن حضرت عمرؓ نے اس سنت کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا طریقہ اختیار فرمایا جو کہ قرآن کریم یا سنت نبوی سے استنباط کیا گیا تھا۔ مثلاً

(۱) عراق کی مفتوحہ زمینوں کو قومی ملکیت میں لینا:۔ اس واقعہ کو منکرین حدیث بڑے شد و مد سے پیش کرکے یہ ثابت کیا کرتے ہیں کہ سنتِ رسول ایک بدلنے والی چیز ہے۔ ورنہ حضرت عمرؓ سنتِ رسول کے خلاف کیسے زمینوں کو قومی تحویل میں لے سکتے تھے۔

ہم اس کے جواب میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ شریعت صرف سنتِ رسول کا نام نہیں بلکہ کتاب و سُنّت کا نام ہے۔ رسول اللہ نے مجاہدین میں خیبر کی زمین تقسیم کی تھی تو وہ بھی ایک آیت کی رُو سے ایسا کیا تھا کہ اموالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ بیت المال کا باقی سب مجاہدین کا ہے اور حضرت عمرؓ نے جو مفتوحہ زمینوں کو قومی ملکیت میں لیا تھا۔ تو وہ بھی ایک آیت کے ٹکڑے وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (۵۹/۱۰) کی رُو سے کیا تھا۔ اس اجمال کی تفصیل کو پرویز صاحب نے بھی شاہکار رسالت ص۶۸-۶۹ پر قرآن سے استنباط نتائج" کی ذیلی سرخی کے تحت دے دی ہے۔ لہٰذا ہمیں تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

حضرت عمرؓ کے اس قرآنی استنباط کو چونکہ تمام صحابہ نے درست تسلیم کرلیا تھا لہٰذا یہ فیصلہ

بھی حجت شرعیہ کے مقام پر آگیا۔ اب صورت یہ ہوئی کہ حالات کے تقاضا کے ماتحت اور آیت قرآنی کے مطابق رسول اللہ صلعم نے خیبر کی زمین مجاہدین میں تقسیم کی اور حالات کے ماتحت اور ایک آیت قرآنی کے مطابق حضرت عمرؓ نے عراق کی زمینیں قومی تحویل میں لے لیں۔ لہٰذا آئندہ بھی ہر اسلامی حکومت ان دونوں فیصلوں میں سے جو بھی اسے سازگار ہوا اختیار کر سکتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے اس اقدام پر "شرعی ترمیم" کا اطلاق اس لیے ہو سکتا کہ یہ ایک متوازن صورت ہے جو قرآن کریم ہی سے مستنبط ہے اور چونکہ اس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا۔ یعنی تمام صحابہ نے آپ کے قرآنی استنباط کو درست تسلیم کر لیا تھا۔ لہذا یہ شرعی حجت اور ایک متوازی صورت بن گئی۔

۲۲/۲ شراب کی تعزیر میں اضافہ:۔ اس فیصلہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ فیصلہ آرڈی ننس کی صورت میں نافذ کیا گیا۔ اس لحاظ سے اس کی حیثیت وقتی اور عارضی ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ فیصلہ مجلس شوریٰ میں بالاجماع طے پایا تھا کہ شرابی کو ۴۰ کے بجائے ۸۰ کوڑے لگائے جائیں۔ دلیل یہ تھی کہ اکثر شرابی بدمست ہو کر تہمت تراشیاں کرنے لگتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس فیصلہ کی حیثیت شرعی حجت کی بن جاتی ہے۔ تو جس طرح مفتوحہ زمین مجاہدین میں تقسیم کر دینا بھی شرعی فیصلہ ہے اور قومی تحویل میں لے لینا بھی۔ اسی طرح مجرم کے حالات کے تقاضا کے مطابق اور جرم کی نوعیت کے پیش نظر ۴۰ کوڑے لگانا بھی شرعی فیصلہ ہے اور ۸۰ کوڑے لگانا بھی۔ اسی لیے حضرت عثمان نے مختلف اوقات میں ان دونوں پر عمل کیا تھا۔

درست اجتہادات درست فیصلوں سے ہماری مراد حضرت عمرؓ کے لیے فیصلے ہیں۔ جو حالات کے مطابق درست بھی تھے اور ان سے کوئی شرعی حکم مجروح بھی نہیں ہوتا۔ مثلاً

۲۳/۳ کتابیہ عورت سے نکاح:۔ کتابیہ عورت سے نکاح کا جواز قرآن کریم سے ثابت ہے تاہم یہ اجازت ہی ہے۔ حکم نہیں اور ایسی اجازت کو خلیفہ وقت وقتی مصالح کی خاطر مطلوبہ عرصہ کے لیے ختم بھی کر سکتا ہے اور ایسے فیصلہ کی حیثیت محض وقتی فیصلے یا آرڈی ننس کی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس آرڈی ننس کے نفاذ کی وجہ سے جس میں جعفر شاہ صاحب اور پرویز صاحب دونوں نے وضاحت فرما دی ہے کہ "اس نکاح کی اجازت کی وجہ سے کتابیہ عورتوں سے نکاح کا رواج پڑ گیا۔ جس سے نئے نئے فتنے ابھرنے کا اندیشہ ہو گیا تھا"۔ اندریں صورت حال

حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ یا آرڈی ننس درست معلوم ہوتا ہے۔ تاہم جب حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ بن یمان گورنر عراق کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے حضرت عمرؓ سے پہلی بات جو پوچھی وہ یہ تھی کہ یہ شرعی حکم ہے یا آپ کی ذاتی رائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ یہ میری ذاتی رائے ہے۔ حذیفہ بن یمان نے کہا۔ آپ کی ذاتی رائے کی پابندی ہم پر کوئی ضروری نہیں۔ چنانچہ اس ممانعت کے باوجود لوگوں نے کثرت سے شادیاں کیں۔

البتہ یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ کتابیہ عورت سے نکاح پر پابندی کس خلیفہ راشد نے لگائی؟ اس سلسلہ میں جعفر شاہ صاحب کے بیانات متضاد ہیں۔ اسلام دین آسان کے صفحہ نمبر ۱۶ پر آپ فرماتے ہیں کہ یہ پابندی حضرت علیؓ نے لگائی تھی۔ مگر مقالات کے ص ۹۹ پر فرماتے ہیں۔ کہ

"مثلاً حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں کتابیہ کو نکاح میں لانے سے روک دیا یہ فقط ایک وقتی آرڈی ننس تھا"

اب چونکہ پرویز صاحب بھی اس پابندی کو حضرت عمرؓ سے ہی منسوب کرتے ہیں (اشتہار رسالت ص۲۷۹) لہٰذا یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے غالباً شرعی ترمیم کرنے والے خلفائے راشدین کی تعداد میں اضافہ کی خاطر اس پابندی نکاح کو حضرت علیؓ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ بہرحال جو کچھ بھی ہوا۔ یہ ایک وقتی فیصلہ تھا۔ شریعت کا فیصلہ اپنی جگہ پر اٹل اور قائم و دائم ہے۔

اسی طرح کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ کہ از روئے قرآن اہل کتاب کا کھانا مسلمانوں کے لیے حلال ہے۔ یہ بھی اجازت ہے حکم نہیں۔ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسلمان اور اہل کتاب ایک دوسرے کی دعوتیں کرتے پھریں۔ یا ایک دوسرے سے بلاتکلف کھانے پینے کی اشیاء کا لین دین کیا کریں۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ عند الضرورت مسلمانوں کے لیے اہل کتاب کا کھانا حلال ہے۔ اسی اصول کے تحت حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کی بستیوں سے اہل کتاب کے ذبیحہ خانے بند کرا دیے اور فرمایا کہ اب ان کی ضرورت نہیں رہی۔ مسلمانوں کے اپنے ذبیحہ خانے بھی کفایت کر سکتے ہیں۔

۲/۲۴ **زکوٰۃ کے مصارف اور تالیف قلوب :-** قرآن کریم نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان فرمائے ۔ جن میں ایک مصرف تو تالیف کے لیے خرچ کرنا بھی موجود ہے ۔ لیکن قرآن کریم کے ان بتلائے ہوئے آٹھ مصارف کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے ۔ اگر یہ آٹھ مدات کسی دور میں موجود نہ ہوں تو بہ تکلف یہ آٹھ مدات پوری کرو۔ مثلاً اگر عاملین زکوٰۃ میں سے کوئی یہ خدمت فی سبیل اللہ سرانجام دینا چاہے تو یہ قطعاً ضروری نہیں کہ اسے بھی اس کا حصہ دے کے چھوڑو ۔ یا کسی وقت کسی عام پر فقراء و مساکین کا وجود ختم ہو جاتا ہے ۔ تو اس آیت کا یہ مطلب بھی نہیں کہ پہلے فقراء مساکین پیدا کرو ۔ پھر انہیں ان کا حصہ دو ۔ نہ ہی اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ پہلے تمام زکوٰۃ کے مال کو پورے آٹھ حصوں میں تقسیم کر کے ہر مد میں برابر تقسیم کر دو ۔ بلکہ اس تقسیم میں بھی پیش آمدہ مالیت کو سامنے رکھ کر مال کو تقسیم کیا جائے گا ۔ قرآن کریم کے اس حکم کا مطلب صرف یہ ہے کہ اگر یہ آٹھ مدات یا ان میں سے جتنی مدات موجود ہوں ۔ ان میں سے کسی کو محروم نہ رکھنا چاہیے ۔ ان مدات میں زکوٰۃ خرچ کی جا سکتی ہے ۔

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام لانا مصائب کو دعوت دینے کے مترادف تھا ۔ معاشرتی تکلیفوں کے علاوہ معاشی پریشانیوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا ۔ بالخصوص ہجرت کی صورت میں تو ساری جائیداد سے ہی ہاتھ دھونا پڑتا ان حالات میں تالیف قلوب کی ایک مد رکھی گئی جس سے نومسلموں کو معاشی پریشانیوں سے نجات دلائی جاتی تھی ۔ دور فاروقی میں یہ صورت حال بالکل بدل گئی تھی اس دور میں اسلام لانا مصائب کا باعث نہیں بلکہ عزو افتخار باعث بن گیا تھا اور نومسلموں کو بھی فوراً پہلے مسلمانوں کے سے پورے حقوق فوراً حاصل ہو جاتے تھے اس لیے حضرت عمرؓ نے مصالح امت کی خاطر اس مد کو ختم کر کے یہ حصہ بھی دوسری قابل احتیاج مدات کی طرف منتقل کرایا اور آپ کا یہ فیصلہ اس لحاظ سے سنت نبوی کے مطابق بھی تھا ۔ کہ آپ پانچ حصوں میں سے ایک حصہ اپنے سارے ذوالقربیٰ میں تقسیم نہ فرماتے تھے ۔ بلکہ صرف بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب میں تقسیم کر دیتے تھے ۔ اور بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو چھوڑ دیتے تھے اور تقسیم بھی اس طرح کہ سب کو برابر دے دینے بلکہ ان میں سے ضرورت مندوں کی ضرورت کا لحاظ رکھ کر انہیں دیا کرتے تھے ۔

اجتہادی غلطیاں | اجتہادی غلطیوں سے ہماری مراد آپ کے ایسے فیصلے ہیں جو آپ نے

نافذ تو کر دیے لیکن بعد میں آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا ۔ مثلاً ۔

۲۵/۱ وظائف میں اسلامی خدمات کا لحاظ :۔ رسول اللہ ؐ اور حضرت ابو بکرؓ کے دور میں ابت کے ضرورت مند افراد کو ان کی ضرورت کے مطابق وظائف دیے جاتے تھے ۔ حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ وظائف کی مقدار کا تعین اسلام کی خدمات کے مدارج کے مطابق ہونا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی یہ رائے حضرت ابو بکرؓ کو پیش کی تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ۔ ہم ان لوگوں کی ضروریات کا ہی خیال رکھیں گے اور ان کی اسلامی خدمات کا معاوضہ ان کو اللہ کے ہاں سے ملے گا پھر جب حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت آیا ۔ تو آپ نے فوراً اپنی رائے پر عمل درآمد شروع کر دیا اور وظائف کی تعیین کچھ اس طرح کی ۔

امہات المؤمنین کو بارہ بارہ ہزار درہم سالانہ ۔ حضورؐ سے قرابت کی بنا پر حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ اور حضرات حسنین کو پانچ پانچ ہزار ، دفاعی جنگوں میں شریک ہونے والے مجاہدین کو چار چار ہزار ، فتح مکہ سے پہلے ہجرت کرنے والوں کو تین تین ہزار اور فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں کے لیے دو ہزار درہم مقرر کئے ۔ باقی لوگوں کو ایک ہی درجہ میں رکھا اور وظیفہ سے کوئی محروم نہ رہا ۔ (اسلام میں عدل اجتماعی۔ سید قطب شہید صفحہ ۴۷۴ - ۴۷۵ -

اسی معاشی پالیسی کے غلط اثرات آپ کی زندگی میں ہی نمایاں ہونے شروع ہو گئے تھے۔ جب آپ نے طبقاتی تقسیم کا آغاز اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما لیا تب جا کر آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا ۔ اور آپ نے ارادہ کیا کہ اگر اگلے سال تک زندہ رہا تو اس پالیسی کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی پالیسی کے مطابق کر دوں گا مگر افسوس ہے کہ اگلے سال کے آنے سے پہلے ہی آپ کی شہادت واقع ہو گئی ۔ چنانچہ یہی پالیسی حضرت عثمان کے زمانہ میں جاری رہی اور طبقاتی تفاوت بڑھتا گیا۔ بہر حال یہ فیصلہ بھی تدبیری قسم کا ہی تھا جس سے کو واضح شرعی حکم مجروح نہیں ہوتا تھا۔

۲۶/۲ ، ۲۷/۳ تطلیق ثلاثہ اور حلالہ :۔ حضرت عمرؓ نے جب مسلمانوں میں یہ وبا عام دیکھی کہ وہ سنتِ رسول کے طریقہ کے خلاف بیک مجلس تین طلاق دیتے ہیں تو آپ نے ایسے لوگوں کو ان کی اس حرکت کی سزا یہ دی کہ ایسی تین طلاق کو قانوناً تین طلاق ہی شمار کر کے اسے طلاق رجعی کے بجائے طلاق بائنہ قرار

دے دیا۔ اگرچہ آپ کا یہ فیصلہ سیاسی[له] نوعیت کا تھا تاہم ہمیں یہ تسلیم کر لینے میں کچھ باک نہیں ہے۔ کہ آپ کا یہ فیصلہ شرعی تبدیلی یا شرعی ترمیم" نہیں بلکہ براہ راست کتاب اللہ اور سنتِ رسول کے

له کیلانی صاحب نے حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو سیاسی کہا ہے۔ لیکن یہ فیصلہ سیاسی تھا یا شرعی تھا اس کے بارے میں مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کی نسبت یہ تصور دلانا کہ انہوں نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو بدل ڈالا بہت بڑی جرأت ہے واللہ اس عبارت کو نقل کرتے وقت ہمارا دل دہل گیا اور حیرانی ہو گئی کہ ایک شخص جو خود مسئلہ کی حقیقت نہیں سمجھا وہ خلیفۂ رسول اللہ کی نسبت یہ خیال رکھتا ہو کہ وہ سنت کے بدلنے میں اتنی جری تھا استغفر اللہ استغفر اللہ اس حکم کے سیاسی سمجھنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے اور پیچ در پیچ غلطیوں کے سلسلہ میں پڑ گئے ہیں یہ کہنا کہ خلیفہ کے بعد اس کے بحال رہنے یا نہ رہنے میں اختلاف ہوا امر غلط اور ایجاد بندہ ہے محدثین کی طرف یہ بات منسوب کرنی کہ وہ اسے سیاسی حکم کہتے تھے بالکل غلط ہے اور یہ ایجاد بندہ ہے۔ پھر آگے چل کر لکھتے ہیں جو گروہ اس حکم میں حضرت عمرؓ کی موافقت کرتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ حضرت عمرؓ کا یہ حکم محض سیاسی تھا اور نہ یہ کہتا ہے کہ وہ سیاسی حکم اب بھی بحال رہنا چاہیے بلکہ وہ تو اُسے اِس لیے مانتا ہے کہ اس کے نزدیک حضرت عمرؓ کا یہ حکم قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے پھر آگے لکھتے ہیں جناب نے جو یہ فرمایا ہے کہ محدثین اس کو سیاسی حکم کہتے ہیں اس جگہ محدثین سے اگر ہم جمیع محدثین مراد لیں جو بجا ہے تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ اور ان کے مثل دیگر ائمہ حدیث جن کے اسمائے گرامی لکھنے میں خوف طوالت ہے محدثین کی فہرست میں شامل ہیں یا نہیں؟ اگر شامل ہیں تو یہ بات کلیتہً تو درست نہ ہوئی کہ محدثین اس کو سیاسی حکم کہتے ہیں کیونکہ سب آئمہ مذکورین صورت زیرِ سوال میں تین طلاق پڑنے کے قائل ہیں اور وہ اس کے دلائل شرعیہ بیان کرتے ہیں کیا جناب مہربانی فرما کر ان بزرگانِ دین کی تصریحات بتانے کی تکلیف گوارا کریں گے جہاں انہوں نے اس حکمِ فاروقی کو محض ایک سیاسی حکم قرار دیا ہو اور مذہبی نہ سمجھا ہو اور پھر اسے بحال رکھا ہو۔ ہمیں تو بار اپنے قصورِ علم کا اعتراف کرتے ہوئے کہنا پڑتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۰) کوئی تحریر نہ ملی جس میں یہ مذکور ہو کہ ائمہ عظام رح نے حضرت عمر رض کے اس حکم کو محض

ایک سیاسی سمجھا اور اگر لفظ محدثین سے جناب کی مراد بعض محدثین ہوں تو اس صورت میں ہم گذارش کریں گے کہ جناب اس کے حوالہ کی بھی تکلیف گوارا کرکے اور ہم پر احسان کرکے ثواب دارین حاصل کریں کہ وہ کون سے محدثین ہیں جنہوں نے آپ کی طرح اسے سیاسی مداخلت فی الدین سمجھا ہو گو بقول آپ کے جائز مداخلت ہوا ور اگر محدثین سے آپ کی اپنی ذات گرامی اور اس زمانہ کے آپ جیسے دیگر علماء اہل حدیث مراد ہیں تو بے ادبی معاف! مجھے آپ کو یا ان کو محدثین کہنے میں تامل ہے دورہ میں صحاح ستہ کی سطروں پر سے نظر گذار دینے سے محدث نہیں بن سکتے۔ آخر میں ہم پھر دہراتے ہیں کہ متقدمین میں سے امام مالک رح کا موطا پھر امام شافعی کی کتاب الام پھر متاخرین میں سے شاہ ولی اللہ صاحب رح کی ازالۃ الخفاء ملاحظہ فرمائیے جن کے بعد اس وقت تک ہندوستان میں تو ایسا شخص ہوا نہیں کہ اُسے امام کہہ سکے اور دوسرے ممالک کا حال خدا جانے ان سب کُتب میں حضرت عمر رض کی موافقت دلائل شرعیہ سے کی گئی ہے انتہی (اخبار اہلحدیث ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء بحوالہ ازہار مرفوعہ صفحہ ۱۳۲)

حضرت مولانا سیالکوٹی رح نے حضرت عمر رض کے اس حکم کے سیاسی ہونے کی جس سلجھے ہوئے انداز سے تردید کی ہے اس سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے ؟ اور نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی مختلف پینترے بدل بدل کر آخر میں اس کو شرعی حکم کہا اور تسلیم کیا ہے (ملاحظہ ہو الجنہ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ صفحہ ۶۵)

حافظ ابن القیم رح اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

فلما رکب الناس الأحموقة (الی ان قال) أجری الله علی لسان الخلیفة الراشد والصحابة معه شرعا و قدرًا الزامهم بذلك والفاذه علیهم۔ (اعلام الموقعین جلد ۲ صفحہ ۲۷)

ترجمہ: جب لوگوں نے حماقت کا ارتکاب شروع کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ راشد رض اور ان کے ساتھ صحابہ کرام رض کی زبانوں پر از روئے شرع اور قدرتین طلاقوں کو ان پر جاری اور نافذ کر دیا۔

خلاف تھا۔ ۲۵ آپ اپنے اس فیصلہ کے حق میں یہ دلیل دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے

۲۵ فاضل مقالہ نگار مولانا عبدالرحمٰن کیلانی حضرت عمرؓ پر پرویز اور جعفر شاہ صاحب پھلواری کی جانب سے اٹھائے گئے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے جب تطلیق ثلاثہ کے موضوع پر پہنچے تو چونکہ یہ مسئلہ ان کے اپنے نظریہ اور عقیدہ نیز مسلک اہلحدیث کے خلاف تھا لہٰذا کیلانی صاحب نے حضرت عمرؓ کی حمایت کی بنسبت اپنے مسلک اہلحدیث کی حمایت کو مقدم سمجھا اور حضرت عمرؓ پر برس پڑے اور بیک جنبش قلم انہیں مخالف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ بھی قرار دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کیا چنانچہ لکھتے ہیں۔ "ہمیں یہ تسلیم کر لینے میں کوئی باک نہیں کہ آپ کا یہ فیصلہ شرعی تبدیلی یا شرعی ترمیم نہیں بلکہ براہِ راست کتاب اللہ اور سنت رسول کے خلاف تھا"

اہل حدیث حضرات ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق ہی شمار کرتے ہیں اور شوہر کے لیے رجوع کا حق بھی باقی رکھتے ہیں۔ جبکہ جمہور صحابہ کرام ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) اور اکثر محدثین ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرتے ہیں۔ جمہور اپنے اس دعویٰ میں قرآن پاک کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتیٰ تنکح زوجا غیره: (البقرہ پ۲)

اس آیت کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قال الشافعی فالقرآن واللہ اعلم یدل علی ان من طلق زوجة له دخل بها او لم یدخل بها ثلاثا لم تحل له حتیٰ تنکح زوجا غیره: (کتاب الام ص۱۶۵ ج۵۔ سنن الکبری ص۳۳۳ ج۷ طبع بیروت)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ قرآن کریم کا ظاہر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں خواہ اس نے اس سے ہمبستری کی ہو یا نہ کی ہو تو وہ عورت اس شخص کے

(بقیہ حاشیہ ص۲۰۲) لیے حلال نہیں ہے یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔

اس سے متصل پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو طلاقوں کا ذکر کیا ہے اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ اس کے فوراً بعد فان طلقها والی آیت ہے یعنی طلاقیں تو دو ہی ہیں لیکن اگر کسی شخص نے دو طلاقیں دینے کے فوراً بعد نادانی کی بناء پر تیسری طلاق بھی دے دی تو پھر اس کی بیوی اس کے لیے حلال نہیں رہے گی جب تک کہ یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حرف فا کو استعمال کیا ہے جو کہ تعقیب مع الوصل کے لیے آتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر دو طلاقیں دینے کے فوراً بعد اسی مجلس میں اگر تیسری بھی دے دی تو تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے گی اور اب اس کے لیے اس کی بیوی حلال نہیں۔

یہاں پر اگر حرف ثم ہوتا جو کہ مہلت اور تراخی کے لیے آتا ہے تو پھر معنی یہ بنتے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق۔ اس صورت میں ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقیں ایک ہی واقع ہوتیں مگر یہاں پر ایسا نہیں ہے

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں۔

ثم وجدنا من حجة من قال ان الطلاق الثلاث مجموعة سنة لا بدعة قول الله تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتّٰی تنكح زوجا غيره فهذا يقع على الثلاث مجموعة ومفرقة ولا يجوز ان يخصص بهذا الآية بعض دون بعض بغير نص محلی جلد ۸ ص۲۰۷ طبع مصر۔

ترجمہ: وہ لوگ جو بیک وقت تین طلاقیں دینے کو بدعت نہیں کہتے بلکہ سُنت سمجھتے ہیں ان کی دلیل ہم نے یہ پائی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی کو (تیسری) طلاق دے دی تو وہ اس کے لیے حلال نہیں جب تک وہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے یہ مضمون اکٹھی دی گئی تین طلاقوں پر بھی صادق آتا

ہے اور جدا جدا طور پر دی گئیں تین طلاقوں پر بھی اور بغیر کسی نص کے اس آیت کو تین اکٹھی طلاقوں کو چھوڑ کر صرف متفرق کے ساتھ مخصوص کردینا صحیح نہیں ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس طرح آیت کے مفہوم میں متفرق طور پر دی گئیں تین طلاقیں داخل ہیں اسی طرح ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقیں بھی اس میں شامل ہیں۔

نیز جس طرح متفرق طور پر دی گئیں تین طلاقوں کے وقوع پر کسی کو اعتراض نہیں ہے اسی طرح ایک ہی مجلس میں دی گئیں تین طلاقوں کے وقوع پر بھی کسی کو کوئی اختلاف ہے بلکہ یہ بھی سُنّت اور جائز ہیں۔ ذخیرہ احادیث میں کئی ایسی احادیث ملتی ہیں جن میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہی شمار کرکے انہیں نافذ کردیا۔

۱۔ عن سہل بن سعد فی هذا الخبر قال فطلقها ثلث تطلیقات عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانفذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوداؤد ص۳۰۶ ج۱ طبع کانپور

ترجمہ: حضرت عویمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو آپ نے انہیں نافذ کردیا: اس حدیث میں عند رسول اللہ اور فانفذہ کے الفاظ قابل غور ہیں کہ حضور کے سامنے حضرت عویمر نے ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور آپ نے انہیں نافذ کیا۔

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں لیکن عیاض بن عبداللہ الفہری پر بعض حضرات نے ضعف کا حکم لگایا ہے عیاض بن عبداللہ کے بارے میں مولانا سرفراز صاحب عمدۃ الاثاث میں لکھتے ہیں امام بن حبان اور امام ابن شاہین اس کو ثقات میں لکھتے ہیں اور امام ابوصالح فرماتے ہیں ثبت له بالمدینة شان کبیر ...... نیز یہ مسلم۔ ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ کا راوی ہے تہذیب التہذیب ص۲۰۱ ج۸ امام ابوداؤد اور علامہ منذری اس روایت کو نقل کرکے دونوں اس پر سکوت کرتے ہیں اور ضعف کا کوئی حکم اس پر نہیں لگاتے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ روایت قابل اعتبار رہے اور امام خطابی

معالم السنن ص۱۶۲ ج۳ میں اس روایت کے فقہی معانی تو بیان کرتے ہیں مگر اس پر ضعف کا کوئی حکم نہیں لگاتے گویا ان کے نزدیک بھی یہ روایت قابل احتجاج ہے ۔ امام خطابی تصریح کرتے ہیں

وکتاب ابی داؤد خلی منها وبری جملة وجوهها ۔

ترجمہ : امام ابو داؤد کی کتاب موضوع وغیرہ سے بالکل خالی ہے اور ان جملہ قسموں (موضوع مجہول ضعف) سے مبرا ہے ۔ عمدة الاثاث فی حکم الطلقات الثلاث ص۱۹

امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک باب باندھا ہے باب من جوز طلاق الثلاث اس کے تحت حضرت عویمر العجلانی کی حدیث لائے ہیں جس کے آخری الفاظ یہ ہیں ۔

۲۔ قال عویمر کذبتُ علیها یا رسول الله ان امسکتها فطلقها ثلاثا قبل ان یامره رسول الله صلی الله علیه وسلم : بخاری ص۷۹۱ ج۲ ۔ مسلم ص۴۶۲ ج۱ سنن الکبری ص۳۳۴ ج۷

ترجمہ : حضرت عویمر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کرنے کے بعد آپ کے فیصلہ کرنے سے قبل یہ کہا اگر میں اس کو اب اپنے پاس رکھوں تو میں جھوٹا ثابت ہو جاؤں گا لہذا عویمرؓ نے فوراً آپ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں ۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

قوله فطلقها ثلاثا فانه ظاهر فی کونه مجموعة (فتح الباری ج ۹ ص۳۶۷ مطبوعه لاهور)۔

ترجمہ : فطلقها ثلاثا کا جملہ بظاہر اسی کا تقاضا کرتا ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی اور دفعۃً دی گئیں تھیں ۔ یہی مطلب علامہ بدرالدین عینیؒ نے لکھا ہے ملاحظہ ہو عمدة القاری الجزء العشرون ص۲۳۳ طبع بیروت

نیز علامہ قسطلانی اس باب کا عنوان نقل کرنے کے بعد او تسریح باحسان کی تفسیر میں لکھتے ہیں

وھذا عام یتناول ایقاع الثلاث دفعۃ واحدۃ وقد دلت الاٰیۃ علی ذلک من غیر نکیر خلا فالمن لم یجز ذلک ۔ ارشاد الساری ص۱۸۷ ج ۸ مصر ۔

ترجمہ: یہ حدیث یکبارگی دی گئیں تین طلاقوں پر صادق آتی ہے اور آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے اور اس میں کسی کا انکار منقول نہیں بجز ان کے جو اس کو جائز نہیں سمجھتے۔

ایک آیت اور دو حدیثوں سے ثابت ہوگیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی رہیں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اور صحابہ کے زمانہ میں بھی اور اس کے بعد اس پر اجماع ہوگیا اس میں کسی کا اختلاف نہیں رہا سوائے چند حضرات کے جن میں شیعہ حضرات بھی شامل ہیں ۔ فقہ جعفریہ میں تصریح ہے اس بات کی کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی ہیں ۔ چنانچہ فروع کافی میں ہے ۔

عن ابی جعفر علیہ السّلام قال ایاك والمطلقات ثلاث فی مجلس فانھن ذوات ازواج (فروع کافی ۔ ص۱۷۸ ج ۲)

ترجمہ: امام ابوجعفر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جن عورتوں کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی گئیں ہوں ان سے نکاح کرنے سے بچنا کیونکہ وہ دو خاوند والی ہیں یعنی ابھی تک وہ پہلے خاوند پر حرام نہیں ہوئیں اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں اہلحدیث حضرات اور شیعہ دونوں متفق ہیں اور پوری امت ایک طرف ہے ۔ یہ مسئلہ فقہ جعفریہ کی ضروریات شیعہ میں سے ہے یہ مسئلہ شیعہ نے حضرت عمرؓ کی مخالفت میں کیا ہے ۔ فقہ جعفریہ کی مشہور کتاب فقہ الامام جعفر صادق میں ہے ۔

واذا قال انت طالق ثلاثا او انت طالق انت طالق انت طالق وقصد الثلاث لایقع الا واحدۃ قال صاحب الجواھر الاجماع علی ذلك بل کانہ من ضروری مذھب الشیعۃ وفی صحیح زرارۃ انہ سال الامام الصادق عن رجل طلق امرأتہ ثلاثا فی مجلس واحد وھی طاھر قال واحدۃ: فقہ الامام جعفر الصادق ص۱۲۱ ج ۶ طبع بیروت ۔

طلاق کے سلسلہ میں آسانی رکھی تھی۔ مگر لوگوں نے کتاب اللہ سے کھیلنا شروع کر دیا۔ لہٰذا اب یہ کسی رعایت کے مستحق نہیں رہے۔ نیز فرماتے تھے کہ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے آسانی پیدا کرتا ہے جو اس سے ڈرتا ہے۔ یہ لوگ جو بیک وقت مجلس تین طلاق دیتے اللہ تعالیٰ سے مطلق نہیں ڈرتے کیونکہ شرعی طریقہ کے مطابق نہیں۔ لہذا یہ لوگ کسی طرح کی رعایت کے مستحق نہیں ہو سکتے

حضرت عمرؓ کی عقل و دانش اور سیاسی تدبر سے کسے انکار ہو سکتا ہے تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وُہ بہر حال عام انسان ہی تھے نبی نہ تھے کہ ان کا ہر اجتہاد درست اور قابل احتجاج ہو۔ آپ کے اس فیصلہ کی غلطی کا اس سے زیادہ واضح اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے، کہ اس فیصلہ پر صحابہ کا اجماع نہ ہو سکا اور بڑے بڑے صحابہ کرام مثلاً حضرت ابن عباس، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۶)

ترجمہ: اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا انت طالق ثلاثا یا کہا انت طالق انت طالق انت طالق اور نیت بھی تین کی کی تو طلاق ایک ہی واقع ہو گی صاحب جواہر نے کہا ہے یہ مسئلہ اجماعی اور ضروریات مذہب شیعہ میں سے ہے۔ صحیح زرارہ میں یہ روایت ہے کہ امام جعفر صادق سے اس مرد کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس نے حالت طہر میں ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو آپ نے فرمایا کہ طلاق ایک ہی واقع ہو گی۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ ضروریات مذہب شیعہ میں سے ہے جسے غیر مقلدوں نے اپنا رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے صرف اتنا کیا تھا کہ عام طور پر لوگ جب اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیتے تو قاضی یا حاکم کے سامنے آ کر کہتے کہ میں نے تو تین طلاقوں کی نیت نہیں کی بلکہ آخری دو الفاظ پہلے لفظ طلاق کی تاکید کے لیے استعمال کیے تھے اور یہ حیلہ کر کے اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھتے تو حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ ہم فیصلہ نیت پر نہیں کریں گے بلکہ الفاظ پر کریں گے جس شخص نے مجلس واحد میں تین طلاقیں دیں تو ہم وہ تین ہی شمار کریں گے۔

یہی مطلب امام نووی نے لکھا ہے ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸ ۔

حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہم آپ کے اس فیصلہ کے خلاف تھے[۵۲] (اعلام الموقعین اردو) ص۷۹۹ الدین القیم مطبوعہ (اہلحدیث اکادمی۔ اردو بازار۔ لاہور)

حضرت عمرؓ کا یہ خیال تھا کہ اس آرڈی ننس سے ڈر کر لوگ اپنے اس غیر شرعی فعل سے باز آجائیں گے۔ یہ کام تو ہو نہ سکا کیونکہ یہ فیصلہ محض سیاسی نوعیت کا تھا اور اس کی شرعی بنیادیں نہایت کمزور تھیں۔ اس کے برعکس اس فیصلہ سے ایک اور بڑا بگاڑ پیدا ہو گیا اور وہ یہ تھا کہ اب لوگ حلالہ کرنے اور کرانے کی راہیں اختیار کرنے لگے۔ جس کے لیے حضرت عمرؓ کو ایک نیا آرڈی ننس جاری کرنا پڑا جس میں آپ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے دونوں کے لیے "رجم" کی سزا کا اعلان کیا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت عمرؓ نے اس آرڈی ننس کے ماتحت کسی محلِّل یا محلَّل لہ، کو رجم کیا بھی تھا یا نہیں۔ تاہم یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے۔ حلالہ والا آرڈی ننس تطلیق ثلاثہ والے آرڈی ننس کا ہی تتمہ یا دوسرا رُخ تھا۔

انسان فطرتاً جلد باز واقع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو طلاق کا طریقہ بتلایا وہ اس

---

۵۲ فاضل مقالہ نگار کیلانی صاحب نے جن صحابۂ کرامؓ کے نام گنوائے ہیں جو حضرت عمرؓ سے اس مسئلہ میں اختلاف رکھتے تھے ان میں حضرت عبداللہ بن عباس کا نام سرِفہرست ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے دونوں قسم کی احادیث مروی ہیں مخالفین عبداللہ ابن عباس کی جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ مسلم شریف میں یوں درج ہے۔

عن ابن طاؤس عن ابیہ عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وسنتین من خلافۃ عمر طلاق الثلاث واحدۃ فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لھم اناۃ فلو امضیناہ علیھم فامضاہ۔

ترجمہ: حضرت طاؤس حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاق ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے اپنے

معاملہ میں جلد بازی سے کام لیا ہے حالانکہ ان کے پاس سوچنے اور سمجھنے کا وقت تھا اب ہم کیوں نہ ان کو ان پر نافذ کر دیں تو حضرت عمرؓ نے اپنی تینوں ہی نافذ فرما دیں۔

حدیث ابن عباسؓ کے علماء نے بہت سے جوابات دیئے ہیں بعض علماء نے کہا ہے حدیث ابن عباس منسوخ ہے اسی لیے امام ابو داؤد اس کو باب بقیۃ نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث کے تحت لائے ہیں یہی قول علامہ بدر الدین عینی نے اختیار کیا ہے ملاحظہ ہو عمدۃ القاری جلد ۲ ص ۲۳۳ طبع بیروت۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ حکم اس بیوی کے لیے ہے جس سے خاوند نے ہمبستری نہ کی ہو یعنی یہ حکم غیر مدخول بہا کے ساتھ مخصوص ہے چنانچہ ابو داؤد کی اس روایت میں یہ تصریح موجود ہے اذ طلق امراتہ ثلاثا قبل ان یدخل بہا جعلوھا واحدۃ الخ..... نیز امام نسائی اس حدیث کو باب طلاق الثلاث المتفرقۃ قبل الدخول بالزوجۃ کے ذیل میں لائے ہیں ملاحظہ ہو نسائی ج ۲ ص ۸۳۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث ابن عباس میں کوئی شرعی حکم یا کسی مسئلہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ اطلاع اور خبر ہے اس بات کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دو سالوں میں لوگ اکثر صرف ایک ہی طلاق پر اکتفا کرتے تھے اکٹھی تین طلاقیں دینے سے احتراز اور پرہیز کیا کرتے تھے کیونکہ اکٹھی تین طلاقیں دینا گناہ اور معصیت ہے پھر حضرت عمر کے دور میں لوگوں نے یکبارگی اور اکٹھی تین طلاقیں دینی شروع کر دیں یہ جواب امام نووی امام بیہقی نے بھی نقل کیا ہے ملاحظہ ہو نووی ج ۱ ص ۴۷۷ بیہقی ج ۷ ص ۳۳۸ طبع بیروت نیز حضرت ابن عباس کا عمل اور ان کے فیصلے اس کے خلاف ہوتے تھے۔

چنانچہ ابو داؤد میں یہ حدیث موجود ہے۔

عن مجاھد قال کنت عند ابن عباس فجاءہ رجل فقال انہ طلق امراتہ ثلاثا قال فسکت حتی ظننت انہ رادھا الیہ ثم قال ینطلق احدکم فیرکب الحموقۃ ثم یقول یا ابن عباس و ان اللہ قال

ومن يتق الله يجعل له مخرجا و انك لم تتق الله فلا اجدلك مخرجًا عصيت ربك و بانت منك امراتك ۔ ابوداود ص ۲۹۹ ج

ترجمہ: حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس خاموش ہوگئے تو میں نے یہ گمان کیا کہ شاید ابن عباس اس کی بیوی کو واپس لوٹا دیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا تم میں سے ایک حماقت کرتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس اے ابن عباس اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ضرور آسانی کی راہ نکالتا ہے اور بلاشبہ تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرا تیرے لیے میں کوئی راستہ اس سے نکلنے کا نہیں پاتا ہوں۔ تو نے اللہ کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی ہے۔ یعنی اس پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔

کیلانی صاحب نے دوسرا نام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرتے ہیں چنانچہ سنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے۔

جاء رجل الى علىؓ فقال طلقت امرأتي الفا قال ثلاث تحرمها عليك واقسم سائرها بين نسائك (بیہقی ص ۳۳۵ ج ۷ طبع بیروت

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی نے آکر یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تین طلاقوں نے اسکو تجھ پر حرام کر دیا ہے باقی (۹۹۷) تمام اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کر دے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک بھی اگر کسی نے ایک مجلس میں تین طلاقیں یا پھر تین سے زائد طلاقیں دے دیں تو تین ہر حال میں پڑ جائیں گی اور تین سے زائد لغو اور باطل ہو جائیں گی۔ اگر حضرت علیؓ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتیں تو حضرت علی کبھی نہ اس شخص کو تین کے وقوع کا کہتے بلکہ یوں فرماتے کہ تیری بیوی پر ایک

فطرت کا لحاظ رکھ کر بتلایا تھا۔ ایک ہی مجلس میں تین طلاق اسی جلد باز فطرت کا نتیجہ ہے اور جب ایسا ہی واقعہ دورِ نبوی میں ہوا تو آپ نے اسے ایک ہی طلاق شمار کیا۔ پھر دوبارہ یہ واقعہ ہوا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ "میری زندگی میں کتاب اللہ سے کھیلنے لگے ہو"۔ تاہم طلاق ایک ہی طلاق شمار کی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ محلل اور محلل لہ دونوں ملعون ہیں۔ [۵۹]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۰

طلاق واقع ہوئی ہے باقی تمام لغو اور باطل ہوگئیں ہیں۔ نیز دیکھئے بیہقی ج ۷ ص ۱۳۶ زاد المعاد ج ۴ ص ۶۲

کیلانی صاحب نے اس سلسلہ کا تیسرا نام حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا لیا ہے کہ ان کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی ہے۔ کیلانی صاحب کی یہ بات بھی غلط ہے۔

مؤطا امام مالک میں ہے۔

ان رجلا جاء الی عبد اللہ بن مسعودؓ فقال انی طلقت امراتی ثمانی تطلیقات فقال ابن مسعودؓ فماذا قیل لک قال قیل لی انہا قد بانت منی فقال ابن مسعودؓ صدقوا ص ۴۵۷ (بیروت)

ترجمہ: ایک شخص نے عبداللہ ابن مسعودؓ کے پاس آکر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دی ہیں تو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اس سے پوچھا کہ (علماء) نے کیا جواب دیا ہے۔ اس نے بتایا کہ علماء نے کہا ہے کہ وہ مجھ سے بالکل جدا ہوگئی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے (تصدیق کرتے ہوئے) جواب دیا کہ انہوں نے بالکل سچ کہا ہے یعنی اس پر تین طلاقیں پڑ گئیں ہیں۔

حاشیہ صفحہ ھذا

[۵۹] فاضل مقالہ نگار کیلانی صاحب نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے عدم وقوع کی جس حدیث کا مفہوم نقل کیا ہے وہ حدیث نسائی ص ۸۱ پر اس طرح درج ہے۔

اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امرأتہ ثلث تطلیقات جمعیا فقام غضبانا ثم قال ایلعب بکتاب اللہ وانا

اب حضرت عمرؓ کا یہ تعزیراتی فیصلہ بھلا انسانی فطرت کو کیسے بدل سکتا تھا؟ نتیجتہً حلالہ کے واقعات رونما ہونے لگے۔ جس کے لیے دوسرا آرڈی ننس جاری کرنا پڑا۔
بعدازاں امام ابوحنیفہؒ نے بھی حضرت عمرؓ کے فیصلہ کے مطابق فتویٰ دیا۔ جو یہ تھا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے والا سنّت کے خلاف ہونے کی وجہ سے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے

بین اظہرکم۔
ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں یہ سن کر آپ غصّہ سے کھڑے ہو گئے پھر آپ نے فرمایا کہ کیا میری موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیلا جا رہا ہے۔
کیلانی صاحب اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "تاہم طلاق ایک ہی شمار کی" کیلانی صاحب نے یہ جملہ اپنی جانب سے بڑھایا ہے اس لیے کہ حدیث میں ایسے کوئی الفاظ نہیں جس سے معلوم ہو کہ آپ نے ان کو ایک ہی شمار کیا اس حدیث سے تو صرف اتنا معلوم ہو رہا ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا پسندیدہ فعل نہیں ہے یہ غیر مستحسن امر ہے اس کو آنحضرت نے ناپسند فرمایا ہے۔ (طلاقیں دینے کا بہتر طریقہ یہی ہے کہ تین طہر میں تین طلاقیں دی جائیں) اگر یہ پسندیدہ فعل ہوتا تو آپ اس قدر ناراضگی کا اظہار نہ فرماتے مگر آپ نے اس ناراضگی کے باوجود ان تین طلاقوں کو اس پر نافذ فرما دیا تھا جس طرح حضرت عویمر کی حدیث پہلے گذرا کہ آپ نے تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا تھا۔ چنانچہ حضرت محمود بن لبید کی اسی روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن قیم لکھتے ہیں

فلم یردہ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم بل امضاہ کما فی حدیث عویمر العجلانی فی اللعان حیث امضٰی طلاقہ الثلاث ولم یردہ تہذیب۔ سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۱۲۹ بحوالہ عمدۃ الاثاث۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقوں کو رد نہیں کیا بلکہ ان کو نافذ کر دیا اور جیسا کہ عویمر عجلانی کی لعان والی حدیث میں ہے کہ آپ نے اس کی تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا اور رد نہیں کیا تھا۔

تاہم تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں ۔ بعد کے ادوار میں لوگ گناہ کبیرہ کے ارتکاب والی بات بھی بھول گئے اور حنفیوں میں بالخصوص ایک مجلس میں تین طلاق کا دستور چل نکلا ۔ اب چونکہ یہ فتویٰ فطرت انسانی کے خلاف ہے اور اس کے مقاصد بے شمار ہیں لہذا احناف کا ایک کثیر طبقہ امام صاحب کے اس فتویٰ سے متفق نہیں ہے ۔ وہ فقہ مالکیہ کے مطابق اسے ایک ہی طلاق قرار دیتے ہیں۔[۵]

۵۔ فاضل موصوف کی یہ دونوں باتیں غلط ہیں نہ تو احناف کا کثیر طبقہ امام صاحب کے اس فتویٰ سے متفق نہیں ہے اور نہ ہی فقہ مالکی کا مسلک یہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی ہیں ۔
بلکہ یہ ائمہ اربعہ کا متفقہ مسئلہ ہے جس میں امام مالک بھی شامل ہیں ۔چنانچہ علامہ بدرالدین عینی اس کے اجماعی ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

ومذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الاوزاعي والنخعي والثوري وابوحنيفة واصحابه ومالك و اصحابه والشافعي واصحابه واحمد واصحابه واسحق وابوثور وابوعبيد وآخرون كثيرون على ان من طلق امرأته ثلاثا و قعن ولكنه يأثم وقالو من خالف فيه فهو شاذ مخالف لاهل السنة وانما تعلق به اهل البدع ۔ (عمدة القاری جز ۲۰ ص۲۳۳ طبع بیروت)۔

ترجمہ : تابعین میں سے جمہور علماء اور ان کے بعد کے حضرات جن میں امام اوزاعیؒ امام نخعی امام ثوری امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھی امام مالک اور ان کے ساتھی امام شافعی اور ان کے ساتھی امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے اصحاب ابو اسحق ابوثور اور ابوعبید اور بہت سے دوسرے حضرات کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو (ایک مجلس میں) تین طلاقیں دیں تو تینوں واقع ہو جائیں گیں لیکن طلاقیں دینے والا گناہ گار ہوگا جو لوگ اس مسئلہ میں اختلاف رکھتے ہیں وہ مخالف اہل سنت ہیں اور ان کا تعلق مبتدعین حضرات سے ہے ۔

نیز المدونۃ الکبریٰ میں ہے ۔

رہے اہل حدیث تو وہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو ۔ خواہ وہ مفید تھا یا غیر مفید ۔ ایک وقتی اور عارضی فیصلہ سمجھتے ہیں ۔ جو شریعت کے حکم پر کسی طرح بھی اثر انداز نہیں ہو سکتا ۔ ان کے خیال کے مطابق درست طریقہ کار آج بھی وہی ہے جو سنت رسول سے ثابت ہے دورِ فاروقی میں بھی سنتِ رسول کے مطابق طریقہ کار ہی درست تھا ۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کی غلطی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بعد میں آپ کو اس فیصلہ پر بہت ندامت ہوئی ۔ امام ابن قیم اپنی تصنیف اغاثة اللهفان کے صـ ۳۳۶ پر ج ا حدیث کی کتاب مسند اسماعیل کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ۔

قَالَ عُمَرُ: مَا نَدِمْتُ عَلٰى شَيْءٍ نَدامتي عَلى ثَلَاثٍ ان لا اكون حرمت الطلاق ...... الخ

ترجمہ :۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے تین باتوں پر شدید ندامت ہوئی (جن میں سے پہلا یہی طلاق والا مسئلہ ہے) کاش کہ میں طلاق (رجعی) کو حرام نہ کرتا ۵۶

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۳)

ارأيت ان طلقها ثلاثا وهى حامل فى مجلس واحد او مجالس شتى ايلزمه ذلك ام لا قال قال مالك يلزمه ذلك وكرهه له مالك ان يطلقها هذا الطلاق (مدونة الكبرىٰ لامام مالک بن انس صـ ۲۰/۴ - ۲۱/۴ ج ۲ طبع دار صادر بیروت ۔

ترجمہ : امام مالک سے سوال ہوا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو حالت حمل میں مجلس واحد یا متفرق مجالس میں تین طلاقیں دیں تو تینوں واقع ہو جائیں گیں یا نہیں راوی کہتے ہیں کہ امام مالک نے جواب دیا کہ تینوں پڑ جائیں گیں لیکن امام مالکؒ کے نزدیک اکٹھی تین طلاقیں دینا مکروہ ہے ۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا)

۵۶ حضرت عمرؓ کی ندامت والا واقعہ بھی من گھڑت اور بے بنیاد ہے ۔ اس لیے کہ مسند اسماعیل کے حوالہ سے جو حدیث حافظ ابن قیم نے اغاثة اللهفان میں نقل کی ہے اس حدیث میں ایک راوی خالد بن یزید ہے جو جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ۔ غیر ثقہ اور منکر

حضرت عمرؓ کے اس اعتراف کا ذکر جعفر شاہ صاحب پھلواروی نے بھی اپنی تصنیف مقام سنت کے ص۹۷ پر اور مقالات کے ص۱۲۴ پر کیا ہے۔

نگہ بازگشت | ایسے ۲۷ امور جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان میں حضرت عمرؓ نے شرعی تبدیلیاں کیں، کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ان میں سے :-

ا ۔ ۷ امور ایسے ہیں جو تدبیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں کچھ تو مطابق شریعت ہیں۔ باقی بھی کم از کم شریعت کے منافی نہیں اور وہ ۷ امور یہ ہیں۔ گھوڑوں[۱] پر اور دریائی[۲] پیداوار پر زکوٰۃ عشور[۳]، نومسلم کی غیر منقولہ[۴] جائیداد کے عوض کفاف۔ خراج کی مختلف[۵] ممالک میں مختلف شرحیں جزیہ کو زکوٰۃ کے برابر[۶] مقرر کرنا اور حضرت عثمان کا جمعہ کے خطبہ[۷] میں حاضری کیلیے ایک اذان کا اضافہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۴)

الحدیث ہے۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۲۷-۱۲۸

نیز امام الجرح و التعدیل یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ دو کتابیں ایسی ہیں جن کو دفن کر دینا ہی بہتر ہے ایک تو ابن الکلبی عراقی کی تفسیر جس میں ابو صالح حضرت ابن عباس ..... روایت کرتے ہیں۔ دوسری خالد بن یزید کی کتاب الدیات ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں

واما الذی بالشام فکتاب الدیات لخالد بن یزید بن ابی مالک لم یرض ان یکذب علی ابیہ حتی کذب علی اصحاب رسول اللہؐ

ترجمہ : بہر حال وہ کتاب جو شام میں ہے وہ خالد بن یزید کی کتاب کتاب الدیات ہے وہ صرف اسی بات پر راضی نہ ہوا کہ وہ اپنے باپ پر ہی جھوٹ باندھے حتیٰ کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر بھی کذب بیانی شروع کر دی۔

یحییٰ بن معین کے قول سے معلوم ہوا کہ خالد بن یزید اتنا بڑا کذاب آدمی تھا جو صحابہ کرامؓ پر بھی جھوٹ باندھنے سے گریز نہیں کرتا تھا اور کیلانی صاحب اسی جھوٹے اور کذاب آدمی کی حدیث سے حضرت عمر کی ندامت کو ثابت کر رہے ہیں۔

قاری عبدالحفیظ ریسرچ اسسٹنٹ

۲ - اور درج ذیل ۵ امور ایسے ہیں - جو شریعت کے کسی واضح حکم کی تائید کرتے ہیں مثلاً۔
" آئندہ کوئی عرب غلام نہیں ہو سکتا " غلامی کو کم کرنے کے لیے ایک موثر قدم ہے ۔ انتشار و اختلاف ختم کرنے کے لیے جنازہ کی چار تکبیروں پر اجماع یا تراویح کی جماعت تمسخر کو روکنے کے لیے ہجو کی سزا مقرر کرنا اور فحاشی کے سد باب کے طور پر غزلوں میں عورتوں کا نام لینے پر سزا کا اعلان ۔

۳ - حضرت عمرؓ کے ۲ فیصلے متوازی فیصلوں کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ مفتوحہ زمین کو قومی تحویل میں لینا ۔ شرابی کی سزا ۸۰ کوڑے مقرر کرنا ۔

۴ - اور ۲ فیصلے شرعی اجازت کو وقتی طور پر محدود کرتے ہیں ۔ کتابیہ سے نکاح پر پابندی اور زکوٰۃ کے مصارف سے عدم ضرورت کی بنا پر تالیف قلوب کی مد کا اخراج ۔

۵ - وظائف میں اسلامی خدمات کا لحاظ رکھنا اگرچہ تدبیری مسئلہ ہے ۔ تاہم اس میں حضرت عمرؓ نے اس معاملہ میں اپنی رائے کو درست نہ پایا ۔ تاہم اس سے کسی شرعی حکم پر کوئی زد نہیں پڑتی ۔
گویا مندرجہ بالا ۱۷ امور ایسے ہیں ۔ جن پر شرعی تبدیلی کا اطلاق نہیں ہو سکتا ۔

۶ - تطلیق ثلاثہ والا صرف ایک مسئلہ ایسا ہے ۔ جو خلاف سنت ہے ۔ ہم اسے خلاف سنت کہتے ہیں ۔ لیکن ہمارے کرمفرما اسے " شرعی تبدیلی " کا نام دیتے ہیں ۔ اسی مسئلہ کے نتیجہ کے طور پر آپ نے حلالہ کرنے اور کرانے والے کی سزا رجم مقرر کی اور یہی وجہ ہے ۔ جس پر آخر میں آپ کو شدید ندامت بھی ہوئی اور غلطی کا احساس بھی ہو گیا ۔

۷ - اب بقایا آٹھ امور ایسے ہیں ۔ جن کی ابتدا تو دور نبوی میں ہوئی لیکن ان حضرات نے اپنی لاعلمی یا تجاہل عارفانہ یا مغالطہ آفرینی کی وجہ سے ان امور کی ابتداء کو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کرایا ہے اور وہ آٹھ امور یہ ہیں ۔
صبح کی نماز میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ ۔ قحط میں چوری کی سزا موقوف کرنا ۔ غیر شادی شدہ کی سزائے سے جلا وطنی کو موقوف کرنا ۔ اُم ولد کی خرید و فروخت پر پابندی عائد کرنا ۔ زنا بالجبر کی صورت میں عورت پر سے سزا موقوف کرنا ۔ طواف میں سے رمل کو موقوف کرنا ۔ حضرت عمرؓ کا یہ اصول کہ قاتل مقتول کا وارث نہیں ہو سکتا اور جنگ تبوک میں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فدیہ مقرر کرنا۔

نتائج ۱:۔ قبلہ جعفر شاہ صاحب نے ۱۶ عدد شرعی تبدیلیوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ نتیجہ پیش فرمایا تھا کہ اگر حضرت عمرؓ حالات کے تقاضوں کے تحت کتاب و سنت کے احکام میں تبدیلی کر سکتے ہیں تو: ا۔ خود حضرت عمرؓ کے فیصلوں میں تبدیلی کیوں نہیں کی جا سکتی؟

ب۔ دوسری اسلامی حکومتوں کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے تحت کتاب و سنت کی نئی تاویل و تعبیر یعنی تبدیل کر لیا کریں۔

اب دیکھئے اگر قبلہ شاہ صاحب کے اس پیش کردہ نتیجہ کو خود حضرت عمرؓ ہی تسلیم نہ کریں تو دوسرے کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے علی وجہ البصیرت یہ سمجھ لیا تھا کہ اب رمل کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس کے باوجود آپ نے رمل کیا اور کہتے جاتے تھے کہ ہم ایسی کوئی چیز چھوڑنے کو تیار نہیں جسے رسول اللہؐ بجا لائے تھے۔ اسی طرح آپ نے علی وجہ البصیرت حجر اسود کو لوں مخاطب کیا تھا کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے جو نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اس سمجھ کے باوجود آپ نے حجر اسود کو چومنے کا عبث کام کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا "اگر رسول اللہؐ نے تمہیں نہ چوما ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا"۔

تبلائیے اتباع رسول سے استمساک و اعتصام کی کوئی اس سے بہتر مثال مل سکتی ہے؟ ہم نے صرف ان دو واقعات سے استشہاد کیا ہے، جن کا ذکر اس مضمون میں آیا ہے۔ ورنہ سنتِ رسول کی پیروی سے متعلق آپ کی بیسیوں روایات موجود ہیں۔

۲:۔ اگر بالفرض تسلیم حضرت عمرؓ سنت رسول میں تبدیلیاں کرنا بھی چاہتے تو صحابہ کرام کی موجودگی میں وہ کر بھی نہ سکتے تھے۔ آپ نے تطلیق ثلاثہ کا نفاذ کیا تو صحابہ کبار نے آپ سے اختلاف کیا اور بالآخر آپ کو ندامت ہوئی۔ آپ نے حلالہ کی سزا رجم کا اعلان کیا۔ لیکن کسی کو بھی یہ سزا نہ دے سکے۔ حالانکہ تطلیق ثلاثہ کا لازمی نتیجہ حلالہ کا فروغ ہے۔ آپ نے نماز تراویح کی جماعت مقرر کی۔ تو اکثر صحابہ نے یہ نماز اپنے گھروں میں پڑھنا شروع کر دی۔ آپ نے کتابیہ عورت سے نکاح پر پابندی لگائی حالانکہ بظاہر یہ ایک مستحسن اقدام تھا۔ لیکن صحابہ نے قرآنی اجازت کے مقابلہ میں آپ کی اس پابندی کو قطعاً قبول نہ کیا اور عراق کے مفتوحہ علاقوں میں

عیسائی عورتوں سے کثرت سے شادیاں کیں ۔

۳ :۔ بدلتے ہوئے حالات کے تحت صرف ایسی تبدیلی ہی گوارا ہوسکتی تھی جس کی شریعت میں گنجائش موجود ہو اور اس پر صحابہ کا اجماع ہو جائے جیسے مفتوحہ زمینوں کو قومی تحویل میں لینا یا خطبہ جمعہ کے لیے ایک اذان کا اضافہ یا شرابی کی سزا میں اضافہ وغیرہ ۔

۴ :۔ اختلافی مسائل کا اختلاف اجماع صحابہ سے ختم کرایا جاتا تھا جیسے نماز جنازہ کی چار تکبیریں یا غسل جنابت کی اختلافی شکل ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

۵ :۔ اولیاتِ عمر، خواہ وہ نصف صد ہیں یا کم و بیش صرف تدبیری اور امدادی امور سے تعلق رکھتی ہیں ۔ کسی شرعی امر میں، جہاں کوئی گنجائش بھی نہ ہو، رسول اللہ ؐ کے بعد تبدیلی کا کسی کو اختیار نہیں ۔ نہ حضرت عمرؓ کو اور نہ ہی کسی دوسری اسلامی حکومت کو ۔ حضرت عمرؓ کو خود بھی اس امر کا اعتراف تھا ۔ اور اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ بھی آپ کے پاسبان تھے

کتابیات

۱ ۔ اسلام دین آسان — جعفر شاہ پھلواروی — ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
۲ ۔ مقالات — 〃 — 〃
۳ ۔ مقام سنت — 〃 — 〃
۴ ۔ شاہکارِ رسالت — غلام احمد پرویز — ادارہ طلوع اسلام ۔ لاہور
۵ ۔ الفاروق — شبلی نعمانی — مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
اتا ۵ موطا ۔ ترمذی ۔ بخاری ۔ مسلم ۔ مشکوٰۃ۔
۶ ۔ منتقی الاخبار — امام ابن تیمیہ — مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ ۔ لاہور
۷ ۔ نیل الاوطار — محمد بن علی شوکانی یمنی — ادارہ البحوث — ریاض سعودی عرب
۸ ۔ اعلام الموقعین — امام ابن قیم الجوزی — اہلحدیث اکادمی کشمیری بازار ۔ لاہور
۹ ۔ اغاثۃ اللہفان — 〃 — مطبع مصطفیٰ ۔ مصر طبع ۱۳۵۷
۱۰ ۔ اسلام میں عدل اجتماعی — سید قطب شہید — اسلامک پبلی کیشنز شاہ عالم مارکیٹ لاہور

تبصرہ

تبصرہ نگار : محمد سعد صدیقی

نام کتاب   القصاص فی الفقہ الاسلامی
مؤلف   ڈاکٹر احمد فتحی بہنسی
مترجم   سید عبد الرحمٰن بخاری صاحب
صفحات   ۳۸۹
سائز   ۲۰×۳۰/۸
ناشر   مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور
سنہ طباعت   ۱۹۸۶ء
قیمت   ۵۵ روپے

دین اسلام، دین فطرت ہے اور دین فطرت ہونے کی بنا پر اسلام اپنے ماننے والوں کی تمام فطری ضرورتیں اور حاجتیں پوری کرتا ہے، انسانی جبلت، وفطرت کا کوئی تقاضا ایسا نہیں کہ شریعت، احکام الٰہی یا تعلیمات نبوی نے اس کے اس تقاضہ کو یکسر ختم کرنے کا حکم دیا ہو۔ انسانی فطرت کا سب سے بڑا تقاضا اور اس کی فطری، اساسی اور بنیادی حاجت یہ ہے کہ اس کے مال کی حفاظت کی جائے، اس کی عصمت کو برقرار رکھا جائے اور اس کی جان کے ساتھ ہونے والے ہر قسم کے ظلم اور ہر نوع کی تعدی کے سد باب کے لیے اقدامات کیئے جائیں۔ نبی کریم رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اسلام میں داخل ہونے کے بعد دو قسم کی حفاظت کا وعدہ کیا فرمایا۔

"عصموا منی مالہ ونفسہ[1]" (اس کا مال اور اسکی جان مجھ سے محفوظ ہو گیا)
چنانچہ مال کا تحفظ اس طرح فراہم کیا گیا کہ اس کے مال کی طرف اٹھنے والے ناجائز ہاتھ کو اگرچہ کاٹنے کا حکم دیا گیا" السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما[2]" (چوری کرنیوالے مرد یا چوری کرنیوالی عورت کے ہاتھ کاٹ دو) لیکن اس میں اس قدر جزرسی سے کام نہیں لیا گیا جیسا کہ جان کی حفاظت میں۔ باوجویکہ قرآن کریم صرف اساسی اور بنیادی احکام پر مشتمل ہے اس کی جزئیات و تفصیلات ہمیں سُنت نبوی سے ملتی ہیں لیکن جان کی حفاظت کے سلسلہ میں کوئی مجموعی نوعیت کی یا کلی بات نہیں کی گئی بلکہ انسانی جان کے ہر ہر عضو کو علیحدہ اور مستقل حفاظت فراہم کی گئی۔ ارشاد ہوا۔

"اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ[3]"

ترجمہ :۔ جان کے بدلہ جان، آنکھ کے بدلہ آنکھ، ناک کے بدلہ ناک، دانت کے بدلہ دانت اور زخموں پر قصاص واجب ہے۔

جان کے اس تحفظ کو برقرار رکھنے اور اس کے ہونے والی تعدی وزیادتی پر ملنے والی سزا کو قصاص کہا جاتا ہے۔

احکام الٰہیہ اور شریعت اسلامیہ میں اس قصاص کی اہمیت، حیثیت اور قدر و منزلت کیا ہے اور اس کے احکام کیا ہیں؟ اس پر "القصاص فی الفقہ الاسلامی" کے نام سے علامہ احمد فتحی بہنسی کی ایک کتاب ہے جو اختصار کے باوجود اپنے اندر جامعیت رکھتی ہے اور موضوع کے اکثر پہلوؤں کو حاوی ہے۔ ڈاکٹر احمد فتحی مصر کے ایک صائب الفکر عالم و محقق ہیں انہوں نے اسلام کے قانون جرم و سزا پر متعدد کتب تالیف کی ہیں۔ القصاص فی الفقہ الاسلامی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ مرکز تحقیق، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نے جو اس

---

[1] بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح۔ کراچی۔ اصح المطابع ج ۱ ص ۱۸۸ باب وجوب الزکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ۔

[2] ۵ : المائدہ : ۳۸   [3] المائدہ : ۴۵۔

سے قبل بھی بعض اہم دینی کتب شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہے اور جس کی دینی، علمی اور تالیفی خدمات اہل فکر و دانش کی نظروں میں پوشیدہ نہیں۔ اس کی افادیت و منفعت کو دیکھتے ہوئے اس کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کا ارادہ کیا اور اس اہم کام کے لیے ان کی نظر انتخاب سید عبدالرحمن بخاری پر جا کر ٹھہر گئی۔ اپنے اس حسن انتخاب پر وہ لائق داد و تحسین ہیں۔ اس وقت میرے زیر تبصرہ کتاب کا ترجمہ اور مقدمۂ مترجم ہے۔

بخاری صاحب کے مقدمہ اور ترجمہ نے کتاب کی افادیت میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے ان کے ترجمہ کی خصوصیات پر کلام کرنے سے قبل ان کے مقدمہ کا تعارف اور اس میں کی جانے والی اصولی مباحث کا ملخص و ماحصل ہدیہ قارئین کیا جائے گا۔

بخاری صاحب کے اس مقدمہ کا عنوان "قصاص میں حیات ہے" ہے۔ جو آیت وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّا اُولِي الْاَلْبَابِ[1] سے ماخوذ ہے۔ اس مقدمہ میں بخاری صاحب نے شریعت کی مقصدیت اور مصلحت کی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ نفس کی حفاظت نسل عقل، مال حتیٰ کہ دین سے بھی مقدم ہے۔ حفاظت نفس کے عقل و نسل اور مال پر مقدم ہونے پر تو اصولیین کا اتفاق ہے البتہ دین پر اس کی تقدیم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ فاضل مؤلف مقدمہ نے حفاظت نفس کی حفاظت دین پر ترجیح دینے والوں کی تائید کی ہے اور اس سلسلہ میں چند بنیادی، اصولی اور اساسی نوعیت کے علمی دلائل دیئے ہیں۔

● اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہونے کے ساتھ ساتھ رب العلمین بھی ہیں۔ ان کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ یہ کائنات ایک خاص وقت تک قائم رہے اور اس کے نظام میں وقت معینہ تک کوئی خلل واقع نہ ہو۔ پھر تخلیق کائنات میں جس بنیاد کو مدنظر رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کائنات ارضی و سماوی کو انسان ہی کے لیے تخلیق کیا گیا ہے۔ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا[2]۔ گویا کائنات کا یہ سارا نظام انسان کے وجود یا بقاء وجود کا سبب ہے۔ اور یہ نظام کائنات

---

[1] ۲۔ البقرۃ : ۱۷۹

[2] ۲۔ البقرۃ : ۲۹

اسی صُورت میں قائم و باقی رہے گا جبکہ بنی نوع انسان کی بقاء مطلوب ہو۔

● دین کی بقاء انسان کی بقاء پر منحصر ہے کیونکہ اگر انسان ہی باقی نہ رہے گا تو دین کو کون قبول کرے گا اور کون اس کی تعلیمات پر عمل کرے گا۔ عقائد، نظریات، تفکرات اور عمل دین صرف بقائے انسانی کی صُورت میں ہی باقی رہ سکتے ہیں۔

● دین کا مکلف صرف عاقل و بالغ ہے، دیوانہ و مجنون امور دین پر مامور ہے نہ نابالغ بچہ لیکن اس کے مقابلہ میں جان سب کی یکساں محفوظ ہے۔ ایک دیوانہ اور مجنون آدمی کو قتل کرنا بھی احکام تعزیرات میں اسی قدر بڑا جرم ہے جتنا ایک ذی ہوش و خرد انسان کو ہلاک کرنا۔

● حفاظت نفس کے مقدم ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ از روئے تعلیمات قرآن کریم حالت اضطرار میں صرف زبانی اقرار کفر کی اور کسی حرام کو کھانے کی اجازت ہے جبکہ ان دو صُورتوں کو اختیار کئے بغیر جان کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ مزید برآں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ دراصل نفس انسانی کی حفاظت بقیہ چاروں قسم کی حفاظتوں کو محیط اور شامل ہے۔ چونکہ کلیات اربعہ (دین، نسل، عقل اور مال) کے ساتھ تعدی بالواسطہ نفس کے ساتھ تعدی کے مترادف ہے اور اس پر دی جانے والی سزا بھی درحقیقت حفاظت نفس کو متضمن ہے۔ ان علمی دلائل کے بعد حفاظت نفس کے شرعی نظام کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس کے تین پہلوؤں کو نمایاں واجاگر کیا گیا ہے۔

- ضروریات نفس کی تکمیل سے متعلق شرعی احکام۔
- جرم کے محرکات کی بیخ کنی کے لیے اخلاقی ہدایات۔
- نفس انسانی کے خلاف جرائم کی مادی و معنوی سزائیں

اس نظریہ کی تائید میں علمی دلائل اور حسن ترتیب نے قاری کو اس سے متاثر بھی کیا ہے اور غور و فکر اور تدبر و تفہیم کی دعوت بھی دی ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کی بعثت و رسالت نسل انسانی پر اللہ کا ایک عظیم احسان، عطیہ اور قدرت الٰہی کا ایک لازوال تحفہ ہے۔ پھر نبی کریم کی بعثت و رسالت اس سلسلۃ الذہب میں ایک مختتم نگینہ اور قصر نبوت میں ایک آخری سنگ مرمر کی حیثیت رکھتی ہے۔ نبی کریم کی اس بعثت و رسالت سے دنیا عمل اور عالم فکر

و دانش میں جو انقلابات رونما ہوئے ان انقلابات سے جو خیر کثیر ظہور پذیر ہوئی ۔ ایک طویل باب ہے جو ارباب فکر و دانش سے پوشیدہ و مستور نہیں ۔ قرآن کریم نے بھی بارہا بعثت و رسالت کے اس انعام کا ذکر فرمایا ۔ لیکن اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہمیت جس نعمت کو اور سب سے زیادہ عظمت جس انقلاب کو دی گئی وہ یہ ہے ۔

" وَاذْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا "[1]

ترجمہ :۔ اور یاد کرو اس وقت کو جبکہ تم سب ایک دوسرے سے برسرپیکار تھے، اللہ نے تمہارے قلوب میں الفت پیدا فرمائی اور تم اس کے کرم سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم (آپس کی اس دشمنی کی بنا پر) آگ کے ایک گڑھے کے کنارہ (پہنچ چکے) تھے، اللہ نے اس گڑھے سے تمہیں نجات دلائی ۔

اذ کنتم اعداء میں اسلام سے قبل کی اس حالت کا ذکر ہے جبکہ عرب قبائل ایک دوسرے کا وجود برداشت نہ کرتے تھے، کسی کی جان محفوظ تھی، کسی کا مال اور نہ کسی کی آبرو کیونکہ سب ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے لہذا ہمہ وقت اسی فکر میں رہتے کہ کس طرح دوسرے قبیلہ کو نقصان میں مبتلا کیا جائے ۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بدولت تمہیں اخوت کی ایک لڑی میں پرو دیا اور آپس کی اس عداوت کو مبدل با خوت کر دیا ۔

معلوم ہوا کہ انعامات ربانی میں سے یہ انعام ایک عظیم المرتبت اور کریم القدر انعام ہے کہ وہ عداوت و دشمنی جو نفس انسانی کے اتلاف و ضیاع کا سبب تھی، ختم کر دی گئی اور وہ اخوت و محبت پیدا کی گئی جو نفس انسانی کی محافظ ہے ۔

خصوصیات کتاب ڈاکٹر احمد فتحی بہنسی کی کتاب ایک جامع اور مختصر کتاب ہے جو موضوع کے تقریباً تمام پہلوؤں کو حاوی ہے ۔ فصل اول میں قصاص کے لغوی و فقہی معنی پر بحث کی گئی ہے جبکہ فصل ثانی کو تین مختلف مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ بحث اوّل

---

[1] ۲ ۔ آل عمران : ۱۰۳

ہیں وجوب قصاص کی شرائط، بحث ثانی میں لزوم قصاص کی شرائط اور بحث ثالث میں ان جرائم کی تفصیلات دی ہیں جن پر قصاص واجب ہوتا ہے۔ تیسری فصل کو چار مباحث میں منقسم کیا گیا ہے۔ بحث اول میں قتل عمد پر، بحث ثانی میں قتل سے کم ترکسی جرم پر بحث ثالث میں شبہ عمد پر اور بحث رابع میں قتل خطاء پر بحث کی گئی ہے۔ فصل رابع میں استیفائے قصاص کو زیر بحث لایا گیا ہے اور فصل خامس و سادس میں قصاص کے اثبات و عدم اثبات پر کلام کیا گیا ہے۔

کتاب احکام القرآن، فقہ اسلامی اور اصول فقہ کے اہم، اساسی اور بنیادی مصادر پر مشتمل ہے جن میں، قرطبی، ابن عربی اور جصاص کی احکام القرآن، فقہ حنفی میں بدائع الصنائع، رد المحتار، المسبوط لسرخسی، امام ابویوسفؒ کی کتاب الخراج، کے علاوہ دیگر فقہا کی بھی اساسی کتب پر مدار کیا گیا ہے جن میں فقہ مالکی میں بدایۃ المجتہد، المدونۃ الکبری، فقہ حنبلی میں فتاوی ابن تیمیہ، فقہ شافعی میں کتاب الام اور المہذب، فقہ جعفری میں البحر الزخار اور فقہ ظاہری میں المحلی کو مدار بنایا گیا ہے۔ کتاب کے اخیر میں فہرست مشمولات اور کتابیات موجود ہے۔

خصوصیات ترجمہ بخاری صاحب کے ترجمہ نے جہاں اس کتاب کی افادیت میں اضافہ و تعمیم کی ہے وہاں کتاب میں موجود خوبیوں کو دوبالا کیا ہے اور ترتیب کی بعض خامیوں کو دور کیا ہے۔ کتاب کے ترجمہ کی حسب ذیل خصوصیات بیان کی جاسکتی ہیں۔

○ ترجمہ نہایت جامع اور مختصر ہے اور غیر ضروری اطناب و طوالت سے پاک ہے۔ اس کے اختصار کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ۴۲۱ صفحات پر مشتمل عربی کتاب کا ترجمہ ۳۸۹ صفحات میں پیش کیا گیا ہے جبکہ اس میں اہم توضیحی نوٹ درمیان عبارت اور حاشیہ پر حوالہ جات کے علاوہ بعض ضروری وضاحتیں بھی ہیں۔ دیگر یہ کہ عربی کتاب کے مقابلہ میں کتابت زیادہ جلی ہے۔

○ اکثر مقامات پر توضیحی عبارات قوسین میں یا بغیر قوسین کے دی گئی ہیں۔ قوسین میں دی جانے والی عبارات میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ درمیان قوسین کی عبارت ایک مستقل عبارت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر خارج القوس کی عبارت درمیان سے قوسین ہٹا کر

پڑھی جائے تو عبارت کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں آتا۔

○ اصل کتاب کی بعض خامیوں کو پورا کیا گیا ہے اس میں جہاں کہیں معنوی ربط کا فقدان تھا اس کو توضیحی عبارات یا ترتیب میں قدرے تبدیلی کر کے پورا کیا گیا ہے۔

○ آیات و احادیث کی تخریج کے علاوہ جو حوالہ جات مصنف نے نقل کئے ہیں انہیں بعینہ نقل کر دیا گیا ہے۔

○ کتاب کے آخر میں فرہنگ مصطلحات کے عنوان سے کتاب میں مستعمل فقہی اصطلاحات کا انگریزی ترجمہ بھی دیا گیا ہے جس سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے جو ان فقہی اصطلاحات سے ناواقف ہے، افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔

○ کتاب کے ترجمہ میں جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے اس کو عموماً مترجمین اختیار نہیں کرپاتے وہ یہ کہ ترجمہ کو پڑھتے وقت قاری یہ محسوس کرے کہ وہ کسی اصل تالیف کا مطالعہ کر رہا ہے نہ کہ کسی دوسری کتاب کے ترجمہ کا۔ بخاری صاحب نے اس اسلوب کو پورے ترجمہ میں برقرار رکھا ہے۔ الفاظ و جمل کی ترتیب کہیں بھی یہ احساس نہیں ہونے دیتی کہ یہ ترجمہ پڑھا جا رہا ہے۔

اس طرح کتاب معنوی خوبیوں سے آراستہ ہے کتاب کا کاغذ اور اس کی طباعت اگرچہ معیاری ہے لیکن کتابت معیار سے گری ہوئی ہے۔ کتاب میں جا بجا کتابت کی غلطیاں پائی جاتی ہیں جو محترم ناشر کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔ امید ہے کہ اشاعت آئندہ میں اصلاح اغلاط کا اہتمام کر لیا جائے گا۔

بہرکیف اس کتاب کے ترجمہ پہ فاضل مترجم، ناشر اور مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری قابل صد تہنیت و ستائش ہیں اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو دین متین کی اسی طرح خدمت کے مواقع عطا فرماتا رہے۔ آمین یا رب العلمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

تبصرہ نگار محمد سعد صدیقی
ریسرچ آفیسر قائد اعظم لائبریری باغ جناح لاہور۔